بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء کے والدین

از

ایک تحقیقی مطالعہ

مولانا رطب علی رح

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کے والدین

www.KitaboSunnat.com

از

مولانا رطب علیؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیلات

نام کتاب:۔	انبیاء کے والدین، ایک تحقیقی مطالعہ
مصنف:۔	مولانا رطب علیؒ
اصلاح کنندہ:۔	محترم ڈاکٹر تابش مہدی صاحب
تعداد:۔	ایک ہزار
ناشرہ:۔	عفیفہ خاتون
طباعت:۔	حنا آفسٹ
کمپوزنگ:۔	رہنما کمپوزنگ سینٹر 9792947985
تاریخ	۱۵؍جون / ۲۰۱۱ء
قیمت	160/-00

ملنے کا پتہ

عفیفہ خاتون سرائے عاقل ضلع کوشامبی الہ آباد (یوپی)

موبائل نمبر:۔ 07499041533

موبائل نمبر:۔ 09321727739 مہاراشٹر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چند باتیں

زیر نظر کتاب...... میرے والد محترم رطب علی رحمۃ اللہ علیہ کی ان تحقیقات اور دریافتوں پر مشتمل ہے جو انھوں نے انبیائے کرام کے والدین سے متعلق نوٹس کی شکل میں تحریر فرمائی تھیں۔ یہ سلسلہ بہت دنوں سے جاری تھا۔ لیکن مختلف الجھنوں اور دشواریوں کہ وجہ سے اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ چونکہ ابا محترمؒ ان تحریروں کو کتابی شکل میں لانے کے لئے بے حد بے چین اور مضطرب تھے۔ اکثر رویا کرتے تھے اور دعائیں کرتے تھے۔

اس لئے ۲۰۱۰ء ۱۵ دسمبر کو ان کا انتقال ہو جانے کے تین دن کے بعد میں اس کام میں لگ گئی اور جس طرح بھی ممکن ہوا اسے کتابی شکل دینے کی کوشش کی۔

مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ میں اس کام کی قطعی اہل نہیں ہوں۔ محض مجبوری کے عالم میں قلم و کاغذ سنبھال کر بیٹھ گئی۔

میں اس سلسلے میں ابا محترم سے خصوصی تعلق رکھنے والے برادر محترم ڈاکٹر تابش مہدی کی تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ انھوں نے مرحوم سے اپنے تعلق کی وجہ سے مسودے پر نظر ثانی کی اور اسے کتابی شکل میں پیش کرنے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین

عفیفہ خاتون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر تابش مہدی ★

مولانا رطب علی الٰہ آبادیؒ

(۱۹۱۷-۲۰۱۰)

دنیا کو مسافر خانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مسافر خانوں میں دور دراز سے مسافر آتے ہیں، ایک دن دو دن یا اس سے کم وبیش وہاں ٹھہرتے ہیں اور جب اس شہر سے ان کے قیام کی ضرورت ختم ہوجاتی ہے تو مسافر خانے کے قانون اور ضابطے کے مطابق اس کا حساب بے باق کرکے وہاں سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ وہاں آنے جانے کا یہ سلسلہ مستقل چلتا رہتا ہے۔ یہی حال دنیا کا بھی ہے۔ یہاں بھی جو آیا ہے، وہ جانے ہی کے لیے آیا ہے۔ کوئی انسان کسی بھی عہدہ و منصب کا ہو، معاشرے میں وہ کسی بھی حیثیت سے دیکھا جاتا ہو یا کسی بھی ذات برادری سے اس کا تعلق ہو، اُسے چند روزہ زندگی گزار کر ایک دن یہاں سے ضرور رخصت ہوجانا ہے۔ یہ سب ہماری اور آپ کی نگاہوں کے سامنے آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے کوئی نہیں آیا ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے:

انساں کو چاہیے کہ خیالِ قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خداؐ رہے

دنیا کے اِس مسافر خانے سے رخصت ہونے والوں میں کچھ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ یہاں سے رخصت ہوتے ہیں تو صرف اِن کے دوست احباب، اعزہ واقارب اور اہلِ خاندان ہی نہیں، دور ونزدیک کے بے شمار لوگوں کو غم ہوتا ہے، وہ دیر تک ان کو یاد کرتے ہیں، ان کا سوگ مناتے ہیں، جلسے اور تعزیتی پروگرام ہوتے ہیں، ان میں ان کے اوصاف بیان کیے جاتے ہیں، ان کے جانے کا اپنے اپنے حساب سے ماتم کیا جاتا ہے اور ان کے اِرتحال کو دیر تک یا کبھی نہ پُر ہونے والا خلا محسوس کیا جاتا ہے اور اخبارات ورسائل میں بھی کافی دنوں تک ان کے تعزیتی جلسوں کی خبریں آتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اُن میں بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں، جن کو دیر تک نہیں بھلایا جاسکتا اور ان کی رحلت پر لوگوں کا یہ رویہ (فقہی مباحث کو درمیان میں لائے بغیر) فطری معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دنیا کے اِس مسافر خانے کو خیر باد کہنے والی بعض شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں، جن کی روانگی کا بس معدودے چند کو علم ہوتا ہے۔ یہ خبر گاؤں، محلّے اور قریبی عزیزوں تک محدود ہوتی ہے۔ حالاں کہ اپنے علم وفضل اور دینی وملّی خدمات کے اعتبار سے وہ بہتوں پر بھاری ہوتی ہیں۔ ہمارے نہایت محترم ومکرم بزرگ حضرت مولانا رطب علی الٰہ آبادی بھی انھی کم یاب شخصیتوں میں تھے۔ جن کے سانحۂ ارتحال کو دو ڈھائی مہینے کا عرصہ گزر گیا، لیکن جس کے سامنے ذکر آتا ہے، وہ بڑی حیرت اور اچنبھے کے ساتھ اِنا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتا ہے۔ اس لیے کہ یہ خبر نہ ریڈیو سے نشر ہوئی نہ ٹی وی سے اور نہ اخبارات وجرائد میں شائع ہوئی۔ حتیٰ کہ اس اخبار میں بھی یہ خبر نہ پڑھنے کو ملی، جس کی توسیع اشاعت کے لیے وہ ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔

مولانا رطب علی وطناً الٰہ آبادی تھے۔ ضلع الٰہ آباد کا مشہور قصبہ سرائے عاقل ان کا وطن تھا۔ وہیں ۱۹۱۷ء میں وہ پیدا ہوئے تھے اور وہیں سے انھوں نے ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے ضلع کے مشہور علمی وصنعتی قصبے مؤآئمہ میں مدرسہ انوار العلوم اور وہاں کے دوسرے مدارس میں عربی وفارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مزید تعلیم کے لیے انھوں نے مرزا پور کا سفر کیا اور وہاں کے ایک بزرگ عالم دین سے استفادہ کیا۔

مولانا رطب علی تا حیات تعلیم وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے مشغلے سے وابستہ رہے۔ ابتدا میں انھوں نے قصبہ مؤآئمہ ضلع الٰہ آباد کے ایک ادارے مدرسہ چشمۂ صمد میں عربی وفارسی کی تعلیم دی۔ وہیں پر مؤآئمہ کے جید قاری اور میرے محسن ومشفق ڈاکٹر قاری رحمت اللہ صدیقی مرحوم نے بھی مولانا سے خصوصی استفادہ کیا اور عربی وفارسی کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ چوں کہ قاری صاحب کے نانا محترم حکیم سید عبداللہ آثمیؒ سے مولانا کے دوستانہ مراسم تھے اور حکیم صاحب کے اشارے پر انھوں نے تحریک اسلام کے لٹریچر کا مطالعہ کیا تھا اور انھیں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تصانیف اور جماعت اسلامی ہند سے دل چسپی پیدا ہوئی تھی، اس لیے قاری صاحب پر ان کی خصوصی نظر تھی۔ قاری صاحب جب بھی اپنے اساتذہ کا تذکرہ فرماتے تھے، مولانا کا ذکر بہ طور خاص کرتے تھے۔ مؤآئمہ میں مسلکی ونظریاتی اختلاف کی وجہ سے زیادہ دیر تک مولانا نہ ٹھہر سکے۔ وہاں سے وہ مہاراشٹر کے ایک گم نام قصبے مانا ضلع اکولہ چلے گئے۔ مانا کی سرزمین مولانا کو اتنی راس آئی کہ پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر وہیں گزار دی۔ درمیان میں کچھ دنوں کے لیے کرناٹک کی مثالی درس گاہ منصورہ ہاسن کے رفقا انھیں اپنے ہاں لے گئے، لیکن مولانا کو وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی۔ اُدھر مانا والوں کا بھی اصرار بڑھتا رہا۔ چناں چہ بہت جلد وہ وہاں سے پھر مانا آ گئے اور وفات سے کچھ ماہ پہلے تک وہیں درس وتدریس، امامت وخطابت اور وعظ وتبلیغ میں مشغول رہے۔

مولانا رطب علی تحریک اسلامی کے مخلص، سرگرم اور بے ریا خادم تھے۔ تحریک کا مقصدِ قیام اور اس کا نصب العین ہر وقت ان کے پیش نظر رہتا تھا۔ وہ کسی بھی وقت اس بات سے غافل نہیں رہتے تھے کہ وہ ایک داعی جماعت کے رکن ہیں اور انھوں نے اقامتِ دین اور تبلیغ اسلام کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا ہے۔ انھوں نے قرآن مجید کی عملی تفسیر پیش کرنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ اپنی کوشش سے مختلف مقامات پر بیت المال کا ایسا نظام قائم کیا کہ اس بستی میں کوئی ایک فرد بھی بھوکا نہ رہے۔ انھوں نے جہاں اور جس مقام پر یہ نظام قائم کیا، اس میں انھیں بڑی حد تک کام یابی حاصل ہوئی۔ شادی بیاہ کے سلسلے میں بھی انھوں نے اس نظام کے تحت بہت نمایاں کام کیے۔ ان کی اس کوشش سے برادرانِ وطن بھی متاثر تھے اور مستفید بھی ہوئے۔ کتنوں کو اسلام کی دولت نصیب ہوگئی۔ لیکن انھوں نے جو کچھ کیا یک سوئی اور خاموشی کے ساتھ کیا۔ کارکردگی کی رپورٹوں کو خوش نما بنانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اشتہار سے انھیں نہ کوئی دل چسپی تھی اور نہ وہ اس فن سے واقف تھے۔ مزاج میں اخفا بہت تھا۔

مولانا یہ بات بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ نمازوں کے بعد یا کسی اور موقع پر اعلان ہو کہ فلاں صاحب درسِ قرآن یا درسِ حدیث دیں گے یا خطاب فرمائیں گے۔ فرماتے تھے بس یہ کہہ دینا کافی ہے کہ درس قرآن یا درسِ حدیث ہوگا۔ تاکہ لوگ قرآن وحدیث کے رشتے سے بیٹھیں۔ قرآن وحدیث کی بات سننا ان کا مقصد رہے۔ ان کے سامنے کسی کا نام نہ رہے۔ مولانا جب درس کے لیے بیٹھتے تھے تو کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہتے تھے، فرماتے تھے، درس شروع کرنے کے لیے کوئی مناسب نہیں، جس کو جانا ہو چلا جائے اور جسے سننے کی طلب ہو بیٹھا رہے، تب شروع کرنے سے فائدہ ہوگا۔

قرآن مجید مولانا کی سوچ اور جستجو کا خاص موضوع تھا۔ وہ اس سلسلے میں مسلسل مطالعہ کرتے رہتے تھے اور ایسے نکات کی تلاش میں رہتے تھے، جن سے دعوت وتبلیغ کی راہیں کھلتی ہوں اور بات کی ترسیل میں مدد ملتی ہو۔ اُردو مفسرین میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو وہ خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ فرماتے تھے: ان کے ہاں کوئی نئی تحقیق پیش کرنے کا ادعائی انداز نہیں ملتا۔ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں تفسیر قرآن مجید کے وقت دعوت واصلاح کا مقصد ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ کی نکتہ آفرینیوں یا 'تحقیق بندہ' سے یہ لوگ اجتناب کرتے ہیں۔ یہ ان کے اخلاص کی علامت ہے۔

۱۹۹۸ کے اوائل کی بات ہے، میں ان دنوں جُزوقتی طور پر ماہ نامہ 'زندگی نو' نئی دہلی سے وابستہ تھا۔ میری طلب پر انھوں نے اپنے ایک تربیت یافتہ ناصرالدین انصار صاحب سے املا کرا کر ایک مضمون 'قارون کی موت: تحقیقی جائزہ' بھیجا، ان کا وہ مضمون جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے بعض اہل علم کے درمیان الجھے ہوئے اس قضیے پر مشتمل تھا کہ قارون حضرت موسیٰ کی دعوت کے بعد کس گروہ میں شامل تھا اور اس کی ہلاکت کب اور کہاں ہوئی۔ اس میں مولانا نے بعض مفسرین کے اس نقطۂ نظر کو اسرائیلی روایات سے متاثر قرار دیا تھا، جس میں بتایا گیا ہے کہ قارون منافق تھا یا اس میں کسی درجے میں ایمان کی رمق تھی۔ مولانا نے وما کیدالکافرین الا فی ضلال سے استدلال کرتے ہوئے اُسے کافر بل کہ اکفرالکافرین قرار دیا ہے۔ اسی طرح مولانا نے اپنے اس مضمون میں بعض علما کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے بتایا کہ قارون فرعون کی غرقابی سے پہلے ہی مصر میں اپنے مال ومنال کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا تھا۔ مولانا کا یہ مضمون جب 'زندگی نو' اپریل ۱۹۹۹ کے شمارے میں شائع ہوا تو اہل علم نے مولانا کے تحقیقی رویّے اور عالمانہ سوچ کو کافی اہمیت دی۔ مولانا ان تعریفوں سے قطعی خوش نہیں ہوئے۔ مجھے ایک خط میں لکھا کہ لوگ میرے مضمون کو پسند تو کر رہے ہیں، لیکن یہ کوئی بتا رہا ہے کہ میری اس تحقیق سے دعوت وتبلیغ کے لیے کیا سہولت پیدا ہوئی۔

مولانا اپنے دروس قرآن وحدیث اور تذکیری بیانات میں عذاب قبر کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ سامعین کو عذاب قبر کی طرف بڑے مدلل اور پرسوز انداز میں متوجہ فرماتے تھے۔ اپنے عام دروس ومواعظ میں اختلافی باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ البتہ نجی گفتگوؤں کے دوران میں ان لوگوں کی خصوصیت کے ساتھ مذمت کرتے تھے، جو عذاب قبر کے انکاری ہیں اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں بھی عذاب قبر کی طرف سے توجہ ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا فرماتے تھے: جو لوگ عذاب قبر کا رد کرتے ہیں اور اس سلسلے میں خواہ مخواہ کی چھیں وچناں کرتے ہیں، وہ دراصل بندگان الٰہی کو آخرت اور جنت ودوزخ کے تصور سے بے نیاز کرنے کی سازش میں مبتلا ہیں۔

مولانا رطب علیؒ سے میری ملاقات ۱۹۸۱ کے اواخر میں مانا ضلع اکولہ (مہاراشٹر) میں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ان کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ میں ان دنوں ماہ نامہ 'الایمان' دیوبند کا ایڈیٹر تھا۔ اس کی توسیع اشاعت کے لیے مہاراشٹر کے بعض ان مقامات کا سفر کیا تھا، جہاں 'الایمان' کے قارئین پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کچھ نہ کچھ موجود تھے۔ اِس سفر میں بھائی احمد علی اختر اور برادرِ مکرم پرواز رحمانی (موجودہ مدیر اعلیٰ سہ روزہ دعوت) کے خصوصی مشورے اور رہ نمائیاں بھی شامل حال تھیں۔ مانا میں مولانا ہی کے پاس قیام کیا۔ انھوں نے اپنی رہایش پر ایک نشست رکھی، وہاں کے اہل ذوق حضرات کو مدعو کیا اور کھڑے ہو کر اِس بے بضاعت کا ایسا تعارف کرایا کہ تھوڑی دیر تک میں اپنے کو کوئی اہم شخص سمجھتا رہا۔ بعد میں احساس ہوا کہ یہ تو محض مولانا کی خرد نوازی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اس سفر کے بعد مولانا سے مسلسل میرا ربط رہا۔ اپنے بعض علمی اور تحقیقی کاموں میں مجھے ان سے خاصی رہ نمائی ملی۔ ایک دو بار تو ایسا ہوا کہ میری طرف سے خط لکھنے میں دیر ہوگئی تو انھوں نے خود ہی خط لکھ کر میری خیریت دریافت فرمائی۔ وہ اپنے خطوں میں دعوتی کاموں کی طرف خصوصیت سے متوجہ فرماتے تھے۔ کبھی کبھی بعض نودریافت کتابوں کے حصول اور مطالعے کی بات بھی تحریر فرماتے تھے۔ ایک بار لکھا کہ اس مہینے آپ نے جو نعت تحریر کی ہو ضرور بھیجیں۔ میں نے جب دو نعتیں انھیں لکھ کے بھیجیں تو بے حد خوش ہوئے۔ بڑا تفصیلی خط لکھا اور بہت دعائیں دیں۔ بعض اشعار کی متعین طور پر تحسین فرمائی۔

۲۱ر جون ۱۹۹۰ کو کھونپا (ضلع الہ آباد) میں رفقاے جماعت نے ایک مشاعرہ کرایا تھا۔ اس وقت ہمارے ایک دیرینہ رفیق جناب افضال احمد درس و تدریس کے سلسلے میں وہیں مقیم تھے۔ وہی اس مشاعرے کے کنوینر تھے۔ ان کے بے انتہا اصرار پر میں اس میں شریک ہوا۔ ہم سب کے ممدوح و مخدوم علامہ ابوالمجاہد زاہد اور عزیزی ڈاکٹر عمیر منظر بھی ہم راہ تھے۔ نظامت عزیزی عمیر منظر کو ہی کرنی تھی۔ ہم سب کھونپا پہنچ کر رفقا کے درمیان روداد سفر بیان کر رہے تھے کہ کسی نے آ کر میرے کان میں کہا باہر ایک بزرگ کھڑے ہیں، وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ باہر گیا تو دیکھا مولانا رطب علی صاحب بڑی سادگی اور مسکینی کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اُنھیں اس انداز میں دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ وہاں سے کئی میل کے فاصلے پر واقع سرائے عاقل سے کسی کی سائیکل پر بیٹھ کر آئے تھے۔ میں نے بہت اصرار کیا لیکن بیٹھنے پر آمادہ نہ ہوے۔ فرمایا: 'پرسوں مانا (اکولہ) سے آیا ہوں، آج ظہر بعد آپ کی آمد کی خبر ملی تو ملنے کے لیے بے چین ہوگیا۔ کل دوپہر کا کھانا آپ کو غریب خانے پر ہی کھانا ہے۔ اِن شاءاللہ مچھلی کھلاؤں گا۔' اتنا کہہ کر انھوں نے مصافحہ کیا اور فرمایا: 'محروم مت رکھیے گا' اور پھر اپنے رفیق کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ میں اُن کو رخصت کر کے بہت دیر تک تنہا وہیں کھڑا رہا اور مولانا کے بارے میں سوچتا رہا۔ بہت دیر تک ان کی اِس خرد نوازی پر میری آنکھیں بھیگی رہیں۔ وہاں کے رفیق عبدالظاہر صاحب آئے پوچھا کون صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملنے آئے تھے؟ جب میں نے لرزیدہ آواز میں مولانا کا نام لیا تو وہ تڑپ اٹھے، آگے بڑھ کر دیکھا تو وہ سائیکل کے ذریعے بہت دور نکل چکے تھے۔

اگلے دن عزیزی عمیر منظر تو طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے وطن چاند پٹی اعظم گڑھ کے لیے روانہ ہو گئے اور ایک مقامی رفیق کی رہ نمائی میں تانگے کے ذریعے ہم اور علامہ ابوالمجاہد زاہد سرائے عاقل پہنچے۔ سرائے عاقل پہنچنے کے بعد جس گلی سے بھی گزرے ہم نے وہاں کے باشندوں کو مولانا رطب علی کی عقیدت ومحبت کا اسیر دیکھا۔ اس میں ہندو مسلمان سب شامل تھے۔ مولانا کے دولت خانے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ سراپا انتظار بنے ہوئے تھے۔ جب تک ہم ان کے پاس رہے، وہ مسلسل اپنی شفقتوں اور نوازشوں سے ہم کنار کرتے رہے۔ عصر کی نماز کے بعد وہاں سے جب ہم رخصت ہونے لگے تو دونوں کو ہینڈ فین کا ہدیہ پیش کیا، فرمایا: گرمی شدید ہے، ٹرین میں یہ پنکھا کام آئے گا۔ بہت دور تک ہمیں پہنچانے آئے، موقع پا کر میرے کان میں علامہ ابوالمجاہد زاہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: آپ کی بہ دولت آج ایک 'ولی اللہ' سے ملاقات ہو گئی اور آب دیدہ ہو گئے۔ عجیب حسن اتفاق کہ ٹرین پر بیٹھنے کے بعد یہی جملہ حضرت ابوالمجاہد زاہد نے فرمایا: 'تابش صاحب! میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں، آج آپ نے اللہ کے ایک ولی سے ملاقات کرا دی۔ میں نے ان کا نام تو کئی لوگوں سے سنا تھا، ان کی قرآنی تحقیقات کا بھی ذکر سنا تھا، لیکن یہ اخلاص، نیکی، تقویٰ، خدا ترسی اور خدمت خلق کے اتنے بلند مقام پر فائز ہیں، اس کا اندازہ اس دو چار گھنٹوں کی ملاقات میں ہوا۔' میں نے عرض کیا: مولانا یہی بات مولانا رطب علی صاحب نے آپ کے بارے میں بھی فرمائی تھی۔ غالباً فارسی کا مقولہ ولی را ولی می شناسد، ایسے ہی موقعوں کے لیے وضع ہوا ہے۔ مولانا ابوالمجاہد زاہد نے ہلکا سا تبسم فرمایا اور بہت دیر تک خاموش رہے۔

نومبر ۲۰۱۰ کے اواخر میں ملتان سے برادرم ناصرالدین انصار کا فون آیا۔ ان سے وقتاً فوقتاً فون کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔ میں نے سلام کیا اور پوچھا: مولانا کا کیا حال ہے۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا اپنی بیماری کی وجہ سے اس وقت اپنے وطن سرائے عاقل الہ آباد میں مقیم ہیں۔ میں نے اسی وقت ان کے دیے ہوئے نمبر پر الہ آباد فون کیا۔ ان کی بیٹی عفیفہ خاتون صاحبہ نے بتایا کہ ابھی وہ دوا کھا کر لیٹے ہیں، نیند آ گئی ہے، ان شاء اللہ اٹھنے کے بعد میں بات کرا دوں گی۔ پھر وہاں سے بھی فون نہیں آ سکا اور میں بھی دوبارہ رابطہ نہ قائم کر سکا۔ اچانک اطلاع ملی کہ ۱۵؍ دسمبر ۲۰۱۰ کو مولانا اپنے خالق ومالک سے جا ملے۔ یہ خبر میرے لیے کوہِ غم ثابت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ راجعون پڑھا اور ان کی عنایتوں اور نوازشوں کی ورق گردانی کرنے لگا۔

٭٭

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک گمنام.....مدبر قرآن

شہر اکولہ کے مسلمان دیوبندی بریلوی تنازعہ سے پریشان ہیں۔ ہر روز کسی نہ کسی عالم دین کی آمد اپنے مخالف کو مناظرہ بازی کی دعوت اور کفر وشرک کے فتوؤں کے یلغار نے شہر کی فضا میں زہر گھول دیا تھا۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اس ماحول میں بریلوی مسلک کے چوٹی کے علماء کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا تو شہر کے سمجھدار اور صاحب اثر لوگوں کی تشویش دوچند ہوگئی، نفرت وتصادم کے ماحول میں کوئی بھی فریق اتحاد واتفاق کی بات سننے کیلئے تیار نہ تھا۔ شہر کے بااثر حضرات نے نہایت جرأت مندانہ اقدام کیا کہ دونوں طرف کے علماء سے کہا کہ فروعی مسائل میں عوام کو الجھانے کے بجائے آپس میں بیٹھ کر کسی فیصلہ تک پہنچ جایئے۔ اور اس طرح ان تمام علماء کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا، حلقہ دیوبند کی نمائندگی کے لئے شہر میں صرف ایک عالم تھے، مولانا رطب علی صاحب، موصوف سادہ لباس میں نہایت سادگی سے رہنے کی عادی ہیں، پہلی نظر میں انہیں دیکھنے والے کا تاثر ایک شریف دیہاتی کا ہوتا ہے۔ مولانا جب علماء کے جھنڈ میں پہنچے تو خوش پوش علماء نے ایک سادہ لباس شخص کو بالمقابل دیکھ کر معنی خیز اشارے کئے، مقصد یہ تھا کہ یہ دیہاتی مولوی کیا ہمارا مقابلہ کرسکتا ہے؟..... بہر حال محفل میں شہر کے بااثر اور غیر جانبدار حضرات کی موجودگی میں بحث شروع ہوئی..... مناظرہ باز علماء نے اپنی ماہرانہ فنکاری اور پینترے بازیاں دکھانا شروع کیں۔

مولانا رطب علی خاموشی سے تمام دلائل سنتے رہے۔ منطق زور استدلال کو دیکھتے ہوئے سامعین کی رائے یہ بننے لگی کہ مولانا مرعوب ہوگئے ہیں۔ اور جواب دینے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے قاصر ہیں تمام دلائل سننے کے بعد مولانا نے.....قرآن وسنت نبوی ﷺ.....کو فیصلہ کن قرار دینے کا تعین کیا جسے تمام علماء نے بخوشی قبول کیا۔ پھر مولانا نے ایک ایک مسئلہ کو لے کر جوابی استدلال شروع کیا۔ یہ علمی مناظرہ صبح کی اذان تک چلتا رہا، مولانا رطب علی صاحب نے قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر ایسی علمی بحث کی کہ علماء کا گروہ جواب دینے سے قاصر رہا۔ اور صبح کی اذان کے وقت علماء نے اپنی۔ شکست کا اعتراف کر لیا۔ اور تقریباً تمام علماء فجر کی نماز کے بعد شہر سے خاموشی کے ساتھ رخصت ہو گئے۔

کوئی اور ہوتا تو اس واقعہ کو شہرت اور اپنے مسلک کی برتری کے لئے ذریعہ بناتا لیکن نام ونمود اور شہرت سے بھاگنے والے خدا ترس بزرگ مولانا رطب علی نے شہر کے ان تمام حضرات کو جو بحیثیت منصف کے موجود تھے۔ سختی سے ہدایت کی کہ عوام کو مخالف مسلک والے علماء کے اعتراف شکست کے سلسلہ میں کوئی بات نہ بتائی جائے۔ اور صرف یہ کہا جائے کہ دونوں طرف کے علماء نے جھگڑے، فساد اور تصادم کے بجائے اتحاد پر زور دیا ہے۔ منصف حضرات نے کہا کہ مولانا آپ اپنے مسلک کی فتح سے کیوں گریز کر رہے ہیں؟ مولانا نے وقار وتمکنت سے جواب دیا کہ.....علمی مباحث سے ناواقف عوام میں اس اعلان سے علم اور علماء کا وقار مجروح ہوگا۔

مولانا رطب علی صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ درس نظامی کی تدریس میں گذرا ہے۔

موصوف الہ آباد کے قریب ایک قصبہ ''سرائے عاقل'' کے رہنے والے ہیں۔ لیکن ایک طویل عرصہ سے مہاراشٹر کے شہر اکولہ کے قریب کے دیہات ''مانا'' میں مقیم تھے۔ مولانا موصوف قرآن کے عاشق ہیں، اپنے اوقات کا بیشتر حصہ قرآن کے غور تدبر میں گذارتے ہیں، مانا، کے جنگل میں نکل جاتے اور جنگل کی خموش فضاؤں میں قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریم پر تدبر کرتے رہتے۔ قرآن پر مولانا کی نہایت گہری نظر ہے۔ اسلوب قرآنی پر بطور خاص عبور حاصل ہے۔ شہر اکولہ میں برسوں مولانا اپنے غور و تدبر کے موتی لٹاتے رہے۔ مولانا سے مسلکی اختلاف رکھنے کے باوجود علم دوست حضرات آپ کے درس قرآن میں بطور خاص شرکت کرتے تھے۔ قرآن پر گہرے غور و تدبر کے نتیجہ میں چند سال قبل موصوف کے دماغ میں خشکی ہوگئی تھی۔ الحمد للہ آہستہ آہستہ دور ہوگئی ہے۔

جماعت اسلامی سے وابستگی کے باوجود مولانا کے درس میں تحریکی رنگ کے بجائے علمی فکری رنگ غالب رہتا ہے۔ قرآن سے استدلال کرتے ہوئے مولانا کبھی ''روح قرآن'' سے ہٹ کر محض اپنے مسلک و فکر کی برتری کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ حق گوئی مولانا کا خاص شیوہ ہے۔ اور علمی مسائل میں وہ اپنے مرشد مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ تک سے بے لاگ اختلاف کرتے ہیں۔

مولانا کی شخصیت کا سب سے دلنواز پہلو کردار کی بلندی اور حقوق کی ادائیگی ہے، مولانا جہاں بھی رہے اپنے کردار سے اطراف کے ماحول کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی بھرپور جدوجہد کرتے رہے۔ اور اس معاملہ میں ان کے علم کے بجائے ان کے کردار نے تسخیر کا کام انجام دیا ہے۔ ''قصبہ مانا'' میں ایک لمبی مدت تک قیام پذیر رہنے کے بعد مولانا صحت کی خرابی کی وجہ سے وطن چلے گئے۔ مولانا کے عقیدت مند بے چین ہوگئے۔ اور چند ماہ کے بعد مولانا سے منت وسماجت کر کے انہیں یہیں لے آئے مولانا امامت اور بچوں کی تعلیم پر مامور تھے ذمہ داران مدرسہ نے خیال کیا کہ ہوسکتا ہے مولانا گھر اس لئے چلے گئے ہوں کہ معاوضہ کم تھا۔ لہٰذا مولانا جب دوبارہ تشریف لے آئے تو مہینہ کے خاتمہ پر انہیں دہری رقم دی گئی، مولانا نے مہینہ بھر کے خرچ کی رقم نکال لی۔ اور بقیہ واپس کردی اور جب بہت اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ میرا خرچ اس رقم میں چل جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔تو زیادہ لے کر کیا کروں؟۔

مولانا کے پڑوس میں ایک خاندان رہتا تھا۔مولانا کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ اس کی مالی مدد کرتے لہٰذا ایک دن پڑوسیوں نے دیکھا کہ مولانا فجر سے قبل جنگل سے لکڑیوں کا گٹھر لا رہے ہیں، فجر کے بعد مولانا نے اپنے پڑوسی کو بلوایا اور کہا کہ بھائی دیکھو میں غریب آدمی ہوں، اسلام میں پڑوس کے بڑے حقوق ہیں لہٰذا تم یہ لکڑیاں لے جاؤ تا کہ میں ذمہ داری سے بری ہو جاؤں، پڑوسی کی آنکھ میں فرط عقیدت سے آنسو آ گئے۔ اس نے لاکھ انکار کیا لیکن مولانا نے اپنا معمول بنالیا اور ہفتہ میں جنگل سے لکڑیاں لا کر پڑوسی کے حقوق ادا کرتے رہے۔

ایمرجنسی میں جماعت اسلامی کے ارکان کی گرفتاریاں شروع ہوئیں تو مولانا بھی تیار تھے قصبہ کے ہندو داروغہ کے پاس جب مولانا کی گرفتاری کا حکم آیا تو وہ بہت پریشان ہوا پہلے تو اس نے خود ہی بہانہ کر دیا کہ مولانا یہاں نہیں ہیں، لیکن شہر اکولہ میں مولانا کے درس جاری تھے، اوپر سے سختی کے ساتھ حکم آیا کہ مولانا کو گرفتار کرو۔

وہ بے چارہ نہایت عاجزی سے مولانا کے حجرے میں حاضر ہوا اور کہا کہ مولانا آپ وطن تشریف لے جایئے تا کہ گرفتاری سے بچ جائیں مولانا نے کہا بھائی! تم اپنا کام کرو ہمیں ایک اجر سے کیوں محروم کرتے ہو۔ مجبوراً اسے مولانا کو گرفتار کرنا پڑا، ۱۹/ماہ جیل میں مولانا نے بڑے صبر وسکون سے گذارے جیل خانہ ایک درس گاہ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ جہاں رفقاء صبح قرآن اور شام حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کا درس لیتے اور عربی زبان سیکھتے تھے۔ جیل میں بعض پرانے شاگردوں کی حسرت بر آئی اور انھوں نے مولانا سے اسلوب قرآن اور صرف ونحو کے وہ اسباب حاصل کئے جو گردش روزگار کی وجہ سے حاصل نہیں ہو پاتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا نہایت ہی شفیق اور مہربان ہستی ہیں، اپنی غربت کے باوجود کئی یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کے سرپرست ہیں۔ مولانا کی حقیقی اولاد کے علاوہ یہ معنوی اولاد کی فہرست بڑی طویل ہے، اپنے ان معنوی بیٹے اور بیٹیوں کے لئے مولانا نے جو رشتے تلاش کئے۔ ان میں دین کے ساتھ ساتھ دنیا کا بطور خاص خیال رکھا۔ لیکن جب اپنی لڑکیوں کی شادی کا نمبر آیا تو یوپی سے متعلق ہونے اور معزز خاندان سے وابستہ ہونے کے باوجود اپنی دو بیٹیوں کی شادی ان نومسلموں سے کروائی جنہیں اللہ نے موصوف کے ذریعہ ایمان سے نوازا تھا۔

مولانائے محترم کو نوجوانوں سے بڑا اُنس ہے راقم الحروف ایس آئی/ایم کے قیام کے بعد مہاراشٹر کے دورہ پر تھا تو مولانائے محترم نے بطور خاص اپنے یہاں بلوایا نوجوانوں کو جمع کیا پروگرام بنوایا۔ خطاب عام رکھوایا اور اس میں کچھ کہنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں تو آپ کو سننا چاہتا ہوں''۔ میں نے لاکھ بہانے بازیاں کیں، لیکن کچھ سنوائی نہ ہوئی۔ مولانا کے علمی حصار اور مقام کا خیال کر کے مجھے خطاب کرنے میں تامل تھا۔ مولانا کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ حق کے معاملہ میں کوئی رعایت نہیں کرتے ہیں۔ اگر آپ تقریر کے دوران کوئی ضعیف روایت بیان کر جائیں یا کوئی ایسی بات کہیں جو اسلام کے مزاج کے خلاف ہو تو خواہ کتنا ہی بڑا شخص ہو اور کتنی ہی قربت ہو مولانا تقریر کے فوراً بعد اسٹیج پر ہی اصلاح کر دیتے ہیں۔ سطحی قسم کے لوگ اس کا برا مان جاتے لیکن مولانا اس کی کبھی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ''ضعیف روایت'' بیان کرنے والا گروہ مولانا کے گاؤں میں جانے اور تقریر کرنے سے بہت گھبراتا تھا۔ بہرحال ''مانا'' میں خطاب عام ہوا۔ ''من آنم کہ من دانم'' کے مصداق میں بہت خجل تھا۔ پروگرام کے بعد مولانا سے اصلاح کی درخواست کی تو مولانا نے تلقین بھرے انداز میں ہلکے سے جوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے فرمایا محسن صاحب! قرآن میں سب سے زیادہ بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اور اللہ کے رسول کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اہل ایمان بنی اسرائیل کے راستہ پر چلیں گے۔ لہٰذا آج امت کی یہی صورت حال ہے بے عمل بزدل، مصلحت طاغوت کا خوف مسلط ہے لیکن مجھے آپ لوگوں (نوجوانوں) کو دیکھ کر امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح یہاں بھی تاریخ بدل رہی ہے۔ بنی اسرائیل نے جہاد سے گریز کر کے ۴۰ سال وادیٔ سینا میں ٹھوکریں کھائی تھیں اور اس دوران جو نسل پیدا ہوئی تھی وہ اٹھی اس نے باطل سے لوہا لیا اور بیت المقدس کو شرک و کفر سے پاک کیا تھا۔ میرا مطالعہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس امت کی نئی نسل کو اس کام کے لئے چن لیا ہے اب یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ کس حد تک اللہ کے معیار کو پورا کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

مولانا رطب علی صاحب آج کل کرناٹک کے شہر ہاسن میں مقیم ہیں ناموری اور شہرت سے گریزاں ہونے کے مزاج کی وجہ سے مولانا کوئی تحریری کام نہیں کر پائے ہیں۔ لیکن ان کی خواہش ہمیشہ سے رہی ہے کہ قرآن پر انھوں نے جو تدبر کیا ہے وہ محفوظ ہو جائے۔ ان کی دوسری خواہش یہ ہے کہ ضعیف احادیث کا جو چلن عام ہو گیا ہے اور جس کتاب کے ذریعہ سے اسے فروغ ہوا ہے اس کا ایک جائزہ جس پر وہ خاصا کام کر چکے ہیں۔ تحریری شکل میں آجائے۔ مولانا کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ انہیں اس کام پر آمادہ کرنا ایک مشکل کام ہے کاش: ہاسن کے اسلامی یونیورسٹی کا عظیم کام لے کر چلنے والے احباب مولانا کی علمی شخصیت سے یہ دونوں کام کسی طرح کروالیں تو طالبان قرآن وحدیث کے لئے یہ عظیم تحفہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے دوزخی ہونے کا جو تصور ہمارے یہاں عام طور پر پایا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح نبی کریم ﷺ کے والدین کے متعلق بھی یہ بات بڑے زور و شور سے کہی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا خاتمہ بھی کفر پر ہوا ہے۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس مفروضے کی تائید کرنے والوں میں عوام ہی نہیں بلکہ ہمارے بعض علمائے کرام اور مفسرین قرآن مجید بھی شامل ہیں۔ دکھ اس بات پر ہوتا ہے کہ مفسرین کرام نے اتنے نازک اور اہم موضوع پر کسی خاطر خواہ تحقیق کو اپنے موقف کی دلیل بنانے کے بجائے ازسرِ نو تحقیق سے بچتے ہوئے انھی باتوں کی سخن پروری کی ہے۔ اور انھیں من وعن قبول کر لیا ہے جو پہلے سے چلی آ رہی تھیں۔ اور استدلال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے نام بلا جھجک پیش کر دیئے ہیں جو کہ اپنے آپ میں خود تحقیق طلب ہے۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کے مشرک ہونے کی تائید کرنے والوں میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید حامد علیؒ جیسے بالغ نظر مفسرین و مدبرین قرآن شامل ہیں۔ ایک حلقہ امام ابوحنیفہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کی طرف بھی اس بات کو منسوب کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید حامد علیؒ صاحب نے اس کے متعلق سب سے واضح موقف اپنایا ہے۔ انھوں نے اپنے ایک مضمون میں ایک حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کو بلا جھجک مشرکہ لکھا ہے۔ اور استدلال کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو پیش کر دیا۔ ہم نے جب یہ تحریریں پڑھیں تو بے حد دکھ ہوا اور ہوتا ہی رہتا ہے اور تادم آخر ہوتا ہی رہے گا۔

ہم مصنف نہیں ہیں ہمیں لکھنا نہیں آتا۔ اور جو کچھ یا جتنا کچھ لکھ سکتے تھے رعشہ کی وجہ سے وہ بھی نہیں لکھ سکتے۔ ہم بولتے جائیں کوئی دوسرا لکھتا جائے۔ ہمارے اندر اس کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ ہم ایک عرصے تک پیچ و تاب کھاتے رہے مگر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اور کچھ نہیں ہو سکا مگر بڑا دکھ اور تعجب پر تعجب ہوتا رہا۔ اور ہے اور ہوتا ہی رہے گا۔

یا اللہ یہ کیا قصہ ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور صاحب فتاویٰ رحیمیہ جیسے اہل علم و احکام حضرات لاکھ روکتے رہے کہ یہ نازک مسئلہ ہے اللہ ہی جانے۔ احتیاط و تنبیہ یہ ہے کہ بہت اختلافی مسئلہ ہے زبان و قلم روکی جائے۔ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اس بارے میں کچھ نہ کہا جائے نہ لکھا جائے مگر مولانا سید حامد علیؒ صاحب ہیں کہ انھوں نے بے محل اور بے موقع والدہ محترمہ کو مشرکہ لکھ ڈالا اور دریافت کرنے پر تاکیداً پھر شرک پر جم گئے۔ اور فرمایا ہمارے نزدیک شرک کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

میں سورہ تحریم کا مطالعہ کر رہا تھا۔ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کے بارے میں پڑھا کہ یہ دونوں صالح نبیوں کی بیویاں تھیں۔ جن کو نبی کی بیوی ہونے کے باوجود دوزخ میں داخل کر دیا گیا تو میرا ماتھا ٹھنکا اور میں رک کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھوڑا غور کرنے کے بعد قطعی طور پر سمجھ گیا اور دل ہی دل میں کہا یا اللہ تیرا فضل و کرم ہے کہ تو نے نبیوں کے والدین کو دوزخ سے صاف طور پر بچالیا۔ میری سمجھ میں بات پورے طور پر آ گئی کہ یہ علماء و مفسرین جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین کافر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کافر و مشرک تھے یہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ تمام نبیوں کے والدین موحد و مومن باللہ تھے اگر خدانخواستہ کافر ہوتے تو سب سے پہلے نبیوں کے والدین کا ذکر صاف صاف آتا کہ حضور ﷺ کے والدین کافر تھے دوزخی تھے۔ اور دوزخ میں ڈال دیئے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ سارے ہی نبیوں کے والدین مومن و موحد اور جنتی تھے۔

میں انشاء اللہ آئندہ صفحات میں اس بات کے واضح دلائل فراہم کروں گا۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں میں نے عرض کیا ہے کہ میں مصنف نہیں ہوں۔ میرا مشغلہ صرف درس و تدریس ہے لیکن متذکرہ صورت حال نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اپنے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنے خیالات کو رقم کروں۔ اپنے خیالات کو لئے ہوئے میں تڑپتا رہا اور اللہ سے دعائیں کرتا رہا کہ یہ میری معروضات جلد چھپ جائیں۔ تاکہ مجھے سکون آ جائے۔ اس لئے میری زندگی ہر وقت خطرے میں ہے میں مسلسل بیمار رہتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے زندگی کی بھیک بھی مانگتا رہا۔

میں اپنی معذوری کی وجہ سے اپنی بیٹی عزیزہ عفیفہ خاتون سلمھا سے اپنی دریافتوں کو لکھواتا وہ نہایت مستعدی سے لکھتی رہی۔ کبھی کبھی مانا ضلع اکولہ کے بعض لوگوں سے بھی لکھوایا۔

لیکن میری بیٹی آلہ آباد چلی جاتی میں ان کاغذات کو اٹھاتا اور اپنے رعشہ زدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں سے اس پر کبھی درمیان میں کبھی حواشی پر کچھ لکھ دیتا۔ جس کی وجہ سے وہ مسوّدہ بالکل ناصاف اور گنجلک ہو جاتا تھا۔ اس طرح سے میری بیٹی نے پورے مسودہ کو چار بار نئے سرے سے لکھا پھر جب میں بیمار پڑ گیا اور مستقل طور پر اپنے وطن سرائے عاقل (الہ آباد) میں مقیم ہو گیا اور اس کی طباعت واشاعت کے جذبے نے زور مارا تو پھر پانچویں بار میں نے اپنی بیٹی کو لکھنے کے لئے مجبور کیا۔ چوں کہ اسے ہی میری تیمارداری اور مکمل خدمت کرنی پڑتی اس لئے اس کام میں کافی تاخیر ہوتی گئی۔

بہر حال جیسے تیسے اب یہ کتاب قارئین کے سامنے ہے میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہو سکا ہوں۔ اس کا فیصلہ وہی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ حقیقت حال تک پہونچنے میں ہم سب کی مدد فرمائے۔

دعا گو

رطب علی غفرلہٗ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ (تحریم/۱۰)

اللہ کافروں کے معاملہ میں نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انھوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔

منقول بالا آیت سے پتا چلتا ہے۔

ان دونوں عورتوں نے ایمان کی راہ میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا بلکہ ان کے مقابلہ میں دشمنانِ دین کا ساتھ دیتی رہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں رہی ہے۔ ان دونوں عورتوں کی خیانت دراصل دین کے معاملہ میں تھی۔ ان دونوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا دین قبول نہیں کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کے جباروں کو ایمان لانے والوں کی خبریں پہونچایا کرتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے شوہر کے یہاں آنے والے لوگوں کی اطلاع اپنی قوم کے بداعمال لوگوں کو دیا کرتی تھی۔ (ابن جریر بہ حوالہ تفہیم القرآن)

اگر یہ معاملۂ خیانت بدکاری کا ہوتا تو فوراً اللہ تعالیٰ نبیوں کو مطلع کر دیتا اور یہ گھناونی بیماری خیانت لئے ہوئے نبیوں کے ساتھ نہ رہنے دیتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہذا یہ بیویاں کافرہ بھی تھیں منافقہ بھی تھیں۔ اور خائنہ بھی تھیں اور یہ تینوں جرم نا قابل قبول تھے یہی وجہ ہے نبی ہوتے ہوئے ان کے شوہر بھی ان کے کام نہ آ سکے۔ اور وہ جہنم رسید ہوئیں۔

اس سورہ تحریم میں پہلے ہی اللہ تعالیٰ بتلا چکا ہے کہ کافر و منافق کا حشر کیا ہوگا۔

یاایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم و ماوٰھم جھنم و بئس المصیر. (تحریم آیت: ۹)

اے نبی (ﷺ) کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

منافق بھی دوزخ میں جائیگا صرف کافر و مشرک ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ جامع المنافقین و الکافرین فی جھنم جمیعا۔ (النساء ۱۴۰)

یقین جانو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔

بشر المنافقین بان لھم عذابا الیما ن الذین یتخذ ون الکافرون اولیاء من دون المومنین۔ (النساء ۱۳۸۔۱۳۹)

اور جو منافق اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں انھیں یہ مژدہ سنا دو کہ ان کے لئے دردناک سزا تیار ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ (النساء ۱۴۵)

یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے۔

یہ دونوں بیویاں حضرت نوح علیہ السلام و حضرت لوط علیہ السلام کی کافرہ تھیں اپنے شوہر نبی پر ایمان نہ لائی تھیں اور عادۃً یہ دونوں منافقہ تھیں اپنے شوہر نبی کی بھی بظاہر بن کر رہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی تھیں اور در پردہ اپنی قوم کی وفادار تھیں شوہروں کو چھوڑ کافروں کی ساتھی تھیں یہ دونوں خائنہ تھیں اس لئے کہ اپنے شوہروں کے راز کو فاش کرتی تھیں اللہ نے جب ان بیویوں کے کفر، نفاق اور خیانت کو ساری دنیا پر واضح کر دیا تو پھر نبیوں کے والدین کو کیوں بچاتا چھپاتا ان کو بھی ضرور بالضرور بتلایا ہوتا کہ فلاں نبی کے والد کافر و مشرک تھے فلاں نبی کے والدین کافر و مشرک تھے، فلاں نبی کی والدہ کافرہ و مشرکہ تھیں، لہٰذا قطعی طور پر کسی بھی نبی کے والدین کافر مشرک نہ تھے یہ غلط ہے۔

انبیا کے والدین

سطور ذیل میں آپ حضرات کے سامنے ان علما کی رائیں اور تحقیقات پیش کی جائیں گی جنھوں نے انبیا کرام خصوصا حضرت محمد ﷺ کے والدین کو کافر و مشرک قرار دیا ہے۔

مولانا سید حامد علی تحریک اسلامی کے حلقے کے مشہور عالم دین نے اس سلسلے میں بہت واضح اور دوٹوک رویہ اختیار کیا ہے، مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں ایک حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کو مشرکہ لکھا ہے اور استدلال کے لئے عام وضع کردہ اصول کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے والد کو بھی قرار دیا۔

مولانا موصوف مرحوم اپنے ایک مضمون شرک اور توحید میں رقمطراز ہیں:

یہی حقیقت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی مشرک والدہ کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی، بلکہ دعائے مغفرت کی اجازت چاہی مگر بارگاہ رب العزت سے یہ اجازت نہیں ملی۔ ٹھیک اسی طرح کا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

(ماہنامہ زندگی رامپور، ص:۹۔ جون و جولائی ۱۹۵۶ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا کے اس مضمون سے متعلق جب ان سے استفسار کیا گیا اور حسن ظن سے کام لیتے ہوئے کہا گیا کہ اپنے مضمون میں نبی کریم ﷺ کی والدہ کو ان کا مشرکہ لکھنا کہیں سہو کتابت تو نہیں ہے؟ کیونکہ حدیث میں ان کے مشرکہ ہونے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ آخر آپ نے یہ بات کہاں سے لکھ دی کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ مشرکہ تھیں تو اس کے جواب میں انھوں نے اپنے موقف کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

آپ نے زندگی کے حوالے سے جو چیز نقل کی ہے وہ سہو کتابت کا نتیجہ نہیں ہے وہ تو ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد، والدہ، اور دادا سب دین توحید پر نہ تھے، بلکہ اس دین پر تھے جو اہل عرب کا عموماً اور قریش کا بالخصوص تھا یعنی دین شرک۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بات کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے کہ نبی کے ماں باپ بھی موحد و مسلم ہوں جبکہ قرآن وحدیث اور سیر و تاریخ سب سے اس مفروضے کی تردید ہوتی ہے۔ کیا قرآن پاک سے اسی بات کی صاف وصریح شہادت نہیں ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد مشرک تھے اور شرک ہی کی حالت میں ان کا انتقال ہوا اور ابراہیم علیہ السلام کی دعوت و دعا ذرا بھی کارگر نہ ہوئی یہ بات صحیح ہے کہ حدیث محولہ بالا میں آپ کی والدہ کے مشرک ہونے کی صراحت نہیں ہے لیکن آخر تاریخی حقائق کا کیا جواب ہے۔

(ماہ نامہ "زندگی" رامپور دسمبر/جنوری ۱۹۵۷ء)

مولانا سید حامد علی صاحبؒ کی خدمت میں ایک استفسار

مولانا حامد علیؒ صاحب ایک معتبر عالم دین تھے، تحریک اسلامی کے ذمہ داروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تھے اس لئے ان کا مضمون پڑھنے کے بعد درج ذیل استفسار کیا گیا۔

سوال:۔ ماہ نامہ زندگی بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۵۶ء میں شرک و توحید کے عنوان کے تحت ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کو مشرکہ لکھا ہے اس سے اکثر مسلمانوں کے دل مجروح ہوئے۔ اگر یہ سہو کتابت ہے تو اس کی تصحیح کی جائے، ورنہ مفصل و مدلل جواب عنایت کیجئے، جس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے یہ بات فرمائی ہے، اس میں ان کے مشرکہ ہونے کا ذکر نہیں ہے پھر آپ نے یہ بات کہاں سے لکھی ہے؟

اس استفسار کا جواب مولانا مرحوم نے ان الفاظ میں فرمایا جو ماہ نامہ زندگی میں شائع ہوا ہے۔

جواب:۔ سب سے پہلے مجھے آپ کے انداز نگارش کے سلسلے میں عرض کرنا ہے اگر آپ یہ فرماتے کہ میری تحریر سے آپ کا دل دکھا تو یہ بات مطابق واقعہ ہوتی۔ کیونکہ آپ کی تحریر سے اس کا اندازہ ہوتا ہے لیکن آپ یہ لکھنے کے بجائے یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے اکثر مسلمانوں کے دل مجروح ہوئے، حالانکہ اس بات کے معلوم کرنے کا آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ اکثر مسلمانوں نے میری اس تحریر سے کیا اثر لیا ہے اس انداز نگارش کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مسئلہ جذباتیت کی نذر ہو جاتا ہے اور اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا موقع باقی نہیں رہتا، پھر خود یہ بات غلط اور خلاف واقعہ بھی تو ہے آپ نے زندگی کے حوالے سے جو چیز نقل کی ہے وہ سہو کتابت کا نتیجہ نہیں ہے۔ وہ تو ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد، والدہ، اور دادا یہ سب دین توحید پر نہ تھے۔ بلکہ اس دین پر تھے جو اہل عرب کا عموماً اور قریش کا خصوصاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔یعنی دین شرک۔زندگی کے اس پرچے میں اگلے صفحہ پر جو حدیث درج ہے اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب جو زندگی بھر آپ ﷺ کے اور مسلمانوں کے حامی رہے زندگی کے آخری لمحات میں توحید کا اقرار واعلان کرنے پر راضی نہ ہوئے اور اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب پر قائم رہنے کا اعلان کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے دادا کا مسلک ومذہب توحید نہیں شرک تھا آپ ﷺ کے والد سمیت آپ کے دادا کے پانچ بیٹے تھے، عبداللہ، ابوطالب، ابولہب، حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم ان میں سے آخری دو بزرگوار۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ پر ایمان لائے اور اپنے باپ دادا کے مذہب، مذہب شرک سے تائب ہوکر دین توحید کے علمبردار بنے، باقی تینوں بیٹوں کا دین شرک ہی پر انتقال ہوا۔آپ ﷺ کے والد عبداللہ تو آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ہی دنیا سے جدا ہو گئے، ابوطالب نے زندگی بھر اپنے بھتیجے کی حمایت کی مگر بھتیجے کے دین کو دین آباء کے مخالف ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا، اور ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنی زندگی دین توحید کی مخالفت کے لئے وقف کردی۔یہاں تک کہ زبان وحی نے اعلان کیا۔تبت یدا ابی لھب وتب اسی طرح نبی ﷺ کے ننھیال کے لوگ بھی اسی دین شرک پر تھے۔عرب میں جو لوگ اس دین شرک سے غیر مطمئن یا بیزار تھے اور دین حنیفی، دین ابراہیمی کے جویا تھے ان کے نام تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ان میں نہ عبدالمطلب کا ذکر ہے نہ عبداللہ کا اور نہ آپ کی والدہ آمنہ کا۔اس سے بھی میری بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ان میں سے کوئی بھی شرک سے بیزار اور توحید کا علمبردار ہوتا تو نبی ﷺ کم از کم اپنے خاندان کو دعوت دیتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیتے اور بتاتے کہ توحید آباء واجداد کے طریقے کے خلاف نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بلکہ ان میں سے کچھ لوگ اس کے بھی قائل رہے ہیں۔ لیکن تاریخ وسیرت میں اس طرح کی کسی بات کا بھی ذکر نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بات کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے کہ نبی ﷺ کے ماں باپ بھی موحد ومسلم ہوں۔ جبکہ قرآن وحدیث سیرت اور تاریخ سب سے اس مفروضے کی تردید ہوتی ہے۔ کیا قرآن پاک سے اس بات کی وضاحت اور صاف وصریح شہادت نہیں ملتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد مشرک تھے اور شرک ہی کی حالت میں ان کا انتقال ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت ودعا ذرا بھی کارگر نہ ہوئی اسی پر دوسرے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قیاس کر لیجئے۔ جو مشرک اقوام میں مبعوث ہوئے اور مشرک خاندانوں میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک کا بیان تو یہ ہے کہ بعض انبیاء کے بیٹے تک کافر ومشرک ہوئے ہیں۔ آخر یہ بات کسے نہیں معلوم کہ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا کافر ومشرک تھا۔ حتیٰ کہ طوفان آنے کے بعد بھی وہ حضرت نوح علیہ السلام کا کہنا ماننے کیلئے تیار نہ ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بھی اسے طوفان میں غرق ہونے سے نہ بچا سکی اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا قرآن مجید میں ذکر ہے، جس نے آتش حسد میں جل کر اپنے متقی بھائی کا کام تمام کر دیا اور قتل جیسے بڑے گناہ کی ریت دنیا میں ڈال گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہدایت وضلالت کے مسئلے کا نسل ونسب سے کوئی تعلق نہیں ہے، آزر بت گر کے گھر میں ابراہیم علیہ السلام جیسا موحد حنیف پیدا ہو سکتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول کے گھر میں کنعان جیسا ناخلف۔ یہ بات صحیح ہے کہ محولہ بالا حدیث میں آپ ﷺ کی والدہ کے مشرک ہونے کی صراحت نہیں ہے لیکن صراحت نہ ہونے کے معنی یہ تو نہیں ہے کہ یہ بات ہی غلط ہے آخر تاریخی حقائق کا کیا جواب ہے؟

تاریخی حقائق سے قطع نظر یہ امر بھی تو قابل غور ہے کہ نبی ﷺ کو ان کیلئے دعائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغفرت کرنے سے کیوں روک دیا گیا، قرآن مجید میں دو قسم کے لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے روکا گیا ہے، مشرکین اور منافقین جن آیات میں مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت ہے وہ یہ ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْ اَنْ يَسْتَغْفِرِ وَالِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُوْلِىْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ، وَمَا كَانَ اِسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّاعَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَّاهُ ،فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔(التوبہ:۱۱۳۔۱۱۴)

نبی اور اہل ایمان کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اگر چہ وہ ان کے عزیز وقریب ہی کیوں نہ ہوں اس کے بعد کہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنا صرف اس وعدے کی بنا پر تھا جو انھوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، پس جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس سے برأت کر لی، بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام رقیق القلب اور بردبار تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ کے بارے میں نفاق کا تصور تو نہیں کیا جا سکتا، شرک کے ماننے کے لئے آپ تیار نہیں، پھر آپ ہی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے کیوں روکا؟ بات یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی ہو اور اسے رد کر دیا گیا ہو، اور نہ یہ کہ آپ ﷺ نے دعا کی ہو اور آپ ﷺ کو منع کر دیا گیا ہو جبکہ اصل صورت یہ ہے کہ آپ نے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ ﷺ کو اجازت نہ دی گئی، آپ ﷺ نے اجازت کیوں چاہی اور اجازت کیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ملی؟ انھیں دو سوالوں کے جواب پر حقیقت حال کی وضاحت کا انحصار ہے۔

ہمارے نزدیک شرک کے علاوہ اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہے، ''زندگی'' کے مذکورہ شمارے میں محولہ بالا حدیث کے بعد جس حدیث کی تشریح کی گئی ہے اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے چچا ابوطالب کے لئے جن کا حالت شرک میں انتقال ہوا تھا دعائے مغفرت کرنے کا عزم بھی کیا تھا اور اس کا ان سے وعدہ بھی کیا تھا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے روک دیا۔ اس حدیث میں ممانعت کے سلسلے میں مندرجہ بالا آیت کا حوالہ دیا گیا ہے یہ چیز اس بات کا ایک مزید قرینہ ہے کہ نبی ﷺ کو والدہ کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے اسی وجہ سے روکا گیا تھا۔ کچھ لوگوں کو جو نسل ونسب کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں یہ بات گوارہ نہ ہوئی، مگر یہ لوگ اس بات کا انکار تو کر نہ سکتے تھے کہ قریش کا دین۔ دین شرک تھا، اور آپ ﷺ کے والدین کا انتقال اسی دین پر ہوا تھا البتہ انھوں نے اس طرح کی روایات گڑھ دیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزے سے یہ دونوں موت کے بعد پھر زندہ ہوئے۔ آپ پر ایمان لائے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اگر اس طرح کا کوئی واقعہ ظہور پذیر ہوا ہوتا تو اس کی روایت سند صحیح ہی سے نہیں تواتر سے ہوتی، کیونکہ یہ اس قدر عجیب وغریب واقعہ تھا کہ بچے بچے کی زبان پر چڑھ جاتا اور نبی کے نبی ہونے کے ثبوت میں اس واقعہ کو سند وحجت کے طور پر بار بار پیش کیا جاتا کیونکہ یہ عظیم معجزہ ہوتا اور اس کے آگے مخالفین کی زبانیں گنگ ہو جاتیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کچھ نہ ہوا۔ ضعف سند کے علاوہ خود یہ بات ان روایات کے بے اصل ہونے کی بہت بڑی شہادت ہے، امید ہے کہ ان معروضات کے بعد بات اچھی طرح منقح ہو گئی ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر آپ موصوف فرماتے ہیں

زندگی کے مذکورہ شمارے میں محولہ بالا حدیث کے بعد جس حدیث کی تشریح کی گئی ہے اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے لئے جن کا حالت شرک میں انتقال ہوا تھا دعائے مغفرت کا عزم بھی کیا تھا اور ان سے وعدہ بھی کیا تھا مگر اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے روک دیا اس حدیث میں ممانعت کے سلسلے میں مندرجہ بالا آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

محولہ حدیث باب زیارت القبور، ص ۱۵۴ مشکوۃ فصل اول

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال زار النبی صلی ﷺ قبر امه فبكى وابكى من حوله فقال استئذنت ربی فی ان استغفر لها فلم يوذن لی و استاذنته فی ان ازور قبرها فا ذن لی فزوروا القبور فانها تذكر الموت۔ (رواہ مسلم مشکوۃ)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ زیارت کی نبی ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی پس روئے اور رلایا ان لوگوں کو جو آپ ﷺ کے گرد تھے پس فرمایا میں نے اجازت طلب کی تھی اپنے رب سے اس بارے میں کہ میں استغفار کروں اپنی والدہ کے لئے پس نہیں اجازت دی گئی مجھ کو اور میں نے اجازت طلب کی اللہ سے اس بارے میں کہ زیارت کروں اپنی ماں کی قبر کی پس اجازت دی گئی مجھ کو، پس زیارت کرو تم قبروں کی بے شک قبریں یاد دلاتی ہیں موت کی۔ (ماہنامہ زندگی رامپور بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۵۶ء)۔

نوٹ:۔ حضور ﷺ کو قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی تو کیا مشرکوں کی قبروں کی زیارت کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ (رطب علی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حادثۂ عظیم

مولانا سید حامد علی صاحب زندگی رسالہ کے ایڈیٹر تھے، نہایت صحیح عقیدہ رکھتے تھے انھوں نے بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں، ارشادات رسول ﷺ کے تحت شرک اور توحید کے عنوان سے احادیث کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عن ابی هریره رضی الله عنه قال زار النبی ﷺ قبر امه فبکیٰ وابکیٰ من حوله فقال استئذنت ربی فی ان استغفرلها فلم یوذن لی واستاذنته فی ان ازور قبرها فاذن لی فزوروا القبور فانها تذکر الموت۔ (رواہ مسلم ومشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ زیارت کی نبی ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی۔ پس روئے اور رلایا ان لوگوں کو جو آپ ﷺ کے گرد تھے پس فرمایا میں نے اجازت طلب کی اپنے رب سے اس بارے میں کہ میں استغفار کروں اپنی والدہ کے لئے پس نہیں اجازت دی گئی مجھ کو اور میں نے اجازت طلب کی اللہ سے اس بارے میں کہ میں زیارت کروں اپنی ماں کی قبر کی پس اجازت دی گئی مجھ کو پس زیارت کرو تم قبروں کی بے شک قبریں یاد دلاتی ہیں موت کی۔

چونکہ اللہ کی مشیت اور اس کا اٹل قانون یہ ہے کہ شرک کی حالت میں مرنے والوں کی مغفرت نہیں ہوسکتی، اس لئے ایسے لوگوں کیلئے دعائے مغفرت کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ خود قرآن پاک میں اس کی صراحت موجود ہے جیسا کہ آگے آتا ہے، یہی حقیقت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔

نبی ﷺ نے اپنی مشرک والدہ کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی، بلکہ دعائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغفرت کرنے کی اجازت چاہی مگر بارگاہ رب العزت سے یہ اجازت بھی نہ ملی ٹھیک اسی طرح کا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے، انھوں نے اپنے باپ سے جدا ہوتے وقت اس بات کا وعدہ کرلیا تھا کہ وہ اللہ سے ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے مگر بالآخر اللہ کے اس قانون کی رو سے انھیں بھی دعا سے رک جانا پڑا، یہ واقعہ بھی قرآن میں مذکور ہے، کس قدر عبرت کا ہے یہ مقام بڑے بڑے نبی کے حقیقی باپ یا ماں کے لئے بھی خدا کے قانون میں کوئی استثناء نہیں۔

حتیٰ کہ خود نبی کی خواہش بھی اس سلسلے میں کچھ سودمند نہیں، خدا کے میزان عدل میں سب کی نجات کے لئے ایک ہی ضابطہ ہے اور وہ ہے شرک سے پاک ہونا، اور توحید کے معیار پر پورا اترنا۔

واضح رہے کہ توحید کا لازمی تقاضا ایمان بالآخرت و ایمان بالرسالت بھی ہے۔
(شرک اور توحید ص ۱۰)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا موقف

ماکان للنبی والذین آمنو اان یستغفر واللمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب الجحیم. وماکان استغفار ابراھیم لابیہ الاعن موعدۃٍ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرء منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم۔ (التوبہ:۔۱۱۳۔۱۱۴)

ترجمہ:۔ لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اگرچہ وہ ہوں قرابت والے۔ جبکہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے۔ اور بخشش مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اس سے۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کھل گیا ابراہیم علیہ السلام پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اس سے بے زار ہو گیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا۔

ان آیات کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

مومنین جب جان و مال خدا کے ہاتھ بیع کر چکے تو ضروری ہے کہ تنہا اسی کے ہو کر رہیں اعداء اللہ سے جن کا دشمنِ خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں خواہ یہ دشمنان خدا ان کے ماں، باپ چچا، تایا اور خاص بھائی بہن ہی کیوں نہ ہوں۔ جو خدا کا باغی دشمن ہے وہ ان کا دوست کیسے ہو سکتا ہے پس جس شخص کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے خواہ وحی الہیٰ کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اس کی موت آ چکی ہو اس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے، بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت بی بی آمنہؓ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے حق میں اتری، اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کے لئے جو مر چکے تھے استغفار کریں اس آیت میں ان کو منع کیا گیا ہے، بہر حال شان نزول کچھ ہو حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے استغفار جائز نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے والدین کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ بعض نے انکو ناجی ثابت کرنے کے لئے مستقل رسالے لکھے ہیں اور شراح حدیث نے محدثانہ و متکلمانہ بحثیں کی ہیں۔ احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلے میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے اور وہی تمام مسائل کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کے درج بالا نوٹ سے موصوف کے اس موقف کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، جو زیر بحث موضوع سے متعلق رکھتے ہیں البتہ یہاں شیخ الاسلام کے موقف پر سردست بحث کو موخر رکھتے ہوئے ہماری کتابوں کے اس رخ کو پیش کیا جاتا ہے جہاں امام ابوحنیفہ جیسی ثقہ شخصیت کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ آپ نے بھی حضور اکرم ﷺ کے والدین کو کافر قرار دیا تھا ہمیں یہاں وہ اصل کتاب تو نہ مل سکی، جہاں بحث موجود ہے لیکن مولانا محمد عیسیٰ صاحب گجرانوالا کے اس تردیدی بیان سے اس طرح کے خیال کے موجود ہونے کا پتہ تو چلتا ہی ہے، مولانا اس خیال کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت امام کسی کو کافر کہنے میں نہایت محتاط تھے اور اس بارے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے ان کی شان سے بعید ہے کہ وہ بے دھڑک یہ تحریر فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کفر پر مرے۔

(تکفیر کے فتوے امام اعظم کا طرز استدلال)

الرشاد اعظم گڈھ ستمبر ۱۹۸۸ء ص ۴۵

امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ اس طرح کے موضوعات پر نہایت سنجیدہ اور محتاط موقف اختیار کرتے تھے، یہاں جو امر قابل توجہ ہے وہ یہ کہ درج بالا مثالوں سے یہ بات کس طرح مترشح ہوتی ہے کہ ہمارے یہاں زیر بحث موضوع پر کوئی خاطر خواہ تحقیق ہنوز باقی ہے۔

مولانا سید حامد علیؒ صاحب کو اپنے مضمون میں حضرت امام اعظم کے موقف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے برعکس نبی ﷺ کی والدہ کو مشرکہ ٹھہرانے میں کوئی تامل نہیں ہوا، جبکہ دوسری طرف ان کو یہ اعتراف بھی ہے کہ محولہ حدیث میں ان کے مشرکہ ہونے کی صراحت نہیں ہے، حیرت تو یہ ہے کہ مولانا اپنی بات کو اہمیت دیتے ہوئے اتنے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انھیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ اتنے اہم معاملے میں کوئی بات تحقیق طلب تو نہیں، بلکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی مثال دیتے ہوئے اپنے موقف کو ثابت کرنے میں پورا زور لگا دیتے ہیں، مزید تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ آزر کو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد قرار دیا جاتا ہے، اور اس کو نظیر بناتے ہوئے تمام انبیاء کرام کے والدین کو کافر و مشرک قرار دیا جاتا ہے تو اس دوران یہ احساس یک لخت ختم ہو جاتا ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو کافر ٹھہرانے میں قرآن و حدیث سے کوئی سند حاصل ہے، اسی طرح شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ پر حیرت ہوتی ہے کہ انھیں بعض علماء و مفسرین کا حضور ﷺ کے والدین کو مومن یا ناجی ٹھہرانا عجیب سا لگتا ہے، بلکہ موصوف کی تفسیر سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے والدین کو مومن یا ناجی قرار دینے میں دلچسپی نہیں رکھتے، دوسرے یہ کہ موصوف اس قدر اہم معاملے کو حدیث کی بنیاد پر حل کرنا چاہتے ہیں اور اس ضمن میں قرآن سے رہنمائی اور مطابقت پر قدرے کم توجہ دیتے ہیں سب سے اہم بات یہ کہ مولانا زیر بحث مسئلے کو اس آیت کے ذیل میں اٹھاتے ہیں جہاں والدین کا ذکر ہی نہیں ہے، بلکہ قرآن کی یہ آیت قریب ترین رشتہ داروں سے متعلق ہے، قرآن کے متعدد مقامات پر حفظ مراتب کا فرق ملحوظ رکھتے ہوئے والدین اور اقربین میں صاف حد بندی کر دی ہے، لیکن ہمارے جمہور مفسرین کی طرح شیخ الاسلام بھی یہاں اس فرق کو ملحوظ نہ رکھ سکے، یہی وہ موقع ہے جہاں علمائے امت کی معمولی بے توجہی نے اس اہم مسئلہ کو بے حد سنجیدہ بنا دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ اور مولانا سید حامد علیؒ صاحب جیسے صف اول کے علماء کی اس اہم معاملے پر اتنی بے توجہی کے پیش نظر بعد کے لوگوں کی یہ ذمہ داری بہر حال تھی کہ ان مفسرین کے موقف پر ضروری تحقیقی نظر ڈالتے تاکہ معاملے کی نوعیت سمجھ میں آجاتی، لیکن علماء کی عقیدت نے لوگوں کو اس اہم مسئلے پر از سر نو تحقیق کا موقع نہ دیا، اور وہی خیال اور وہی موقف جو نہ صرف اپنے آپ میں محل نظر بلکہ تحقیق کا متقاضی ہے، وہی بات عوام میں عام ہو جاتی ہے اور پھر کوئی اس پر مزید کچھ تحقیق کی بات سوچ بھی نہیں سکتا۔

دراصل نبی کریم ﷺ کے والدین کا معاملہ اتنا آسان یا غیر اہم نہیں ہے کہ ہم بلا تحقیق انھیں کافر یا مشرک قرار دے دیں، اور نہ اس ضمن میں خاموشی اختیار کرنے میں سلامتی نظر آتی ہے بلکہ یہ موضوع تو نہایت اہم ہے، یہ ہم سے سنجیدہ تحقیق کا متقاضی ہے۔

جب ایک قاری علمائے امت اور مفسرین کی تمام تاویلات سے خالی الذہن ہو کر خالص قرآن وحدیث اور تاریخ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس اہم معاملے پر قرآن سے استعانت چاہتا ہے تو اسے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث تو زیر بحث موضوع پر نہایت واضح اور صاف الفاظ میں رہنمائی کرتے ہیں، اس کی تائید تاریخ کے ابواب سے بھی ہوتی ہے، اس بات پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کی اتنی واضح ہدایات کے باوجود ہمارے علماء کیوں سابقہ خیال کا تحفظ کرتے رہے ہیں، قرآن وحدیث کے ان مقامات پر انھوں نے کیوں مکمل توجہ نہیں دی اس احساس کے ساتھ کہ اتنے جلیل القدر نبی کے والدین کا انجام اس قدر سنگین کیونکر ہو سکتا ہے آئندہ صفحات میں قرآن وحدیث اور تاریخ کے ان مقامات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے اور ان تمام حالات وواقعات کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے، جہاں آپ ﷺ کے والدین کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتا ہے تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے کہ اللہ کے علم میں تو معاملے کی نوعیت کچھ اور ہی ہے جس کی تصدیق اس کتاب کے ساتھ ساتھ خود نبی کریم ﷺ کے زندگی کے واقعات اور مستند تواریخ بھی کرتی ہیں، اب نہ تو آپ ﷺ کی والدہ کو بے دھڑک مشرکہ قرار دینے کی ضرورت باقی رہے گی اور نہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم معاملہ پر خاموش رہنے کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ قرآن وحدیث کے واضح الفاظ ان کے مومن ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

یہاں قرآن وحدیث وتاریخ سے مکمل مطابقت اور رہنمائی حاصل کرتے ہوئے قدرے مفصل لیکن مدلل انداز میں زیر بحث موضوع پر تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے، چونکہ موضوع نہایت اہم ہے اس لئے اس پر ہر پہلو سے تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے، آیئے ہم ان تمام عوامل کا تفصیلی مطالعہ کریں جو آپ ﷺ کے والدین کے انجام کی طرف واضح رہنمائی کرتے ہیں۔

فتاوی رحیمیہ مفتی عبدالرحیم لاج پوری کے فتووں کا حوالہ ہے

جو وہ مفتیوں کے سوالوں کے جواب میں دیئے گئے ہیں۔

اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ کے شرک وایمان کے سلسلے میں امت مسلمہ کے مابین سخت اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک وہ مشرکہ تھیں اور بعض کے نزدیک مومنہ۔ موحدہ اور ناجیہ۔ چونکہ یہ ایک بڑا نازک مسئلہ ہے اس لئے اس مسئلے میں غور وخوض نہ کیا جائے۔ بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔ زبان بند رکھی جائے۔ (فتاوی رحیمیہ جلد سوم ص ۸)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نزدیک مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اس میں علمائے امت کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے والدہ ماجدہ کو مومنہ موحدہ گردانا ہے اور مستقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابیں لکھی ہیں کہ وہ ناجیہ ومومنہ تھیں۔ محدثین ومتکلمین نے اس پر جو بحثیں کی ہیں ان سے مولانا محترم کو اطمینان نہیں ہوا۔ خود مولانا کا رجحان کافرہ ومشرکہ کی طرف ہے۔ اگر ناجیہ گروہ مشرکہ کافرہ کا قائل ہوتا تو مولانا مرحوم کا اس پر کلی اطمینان ہو جاتا مگر ایسا نہ ہو سکا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ ایک بڑا نازک مسئلہ ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ لہٰذا ایسے مسئلے میں زبان بند رکھی جائے اور کچھ کہنے سے بہتر یہ ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے پروردگار قیامت میں صحیح فیصلہ فرما دے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ فتاوی رحیمیہ اور مولانا شبیر احمدؒ عثمانی دونوں متفق ہیں کہ زبان بند رکھی جائے اور کچھ کہنے یا کچھ قلم سے لکھنے سے گریز کیا جائے۔ فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔

مولانا خود تنبیہ فرماتے ہیں کہ سکوت اختیار کیا جائے۔ مگر مولانا موصوف ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ کو ایک روایت نقل کر کے مشرکہ تحریر فرماتے ہیں۔ ان کی یہ تفسیر عرب میں چھپی ہے اور مفت تقسیم کی گئی ہے اور تقسیم کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ کہ ساری دنیا میں مشہور ومعروف یہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی کہ حضور پاک ﷺ کی والدہ مشرکہ تھیں۔

آئندہ صفحات میں تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

فتاوٰی رحیمیہ

سوال:۔ آنحضرت ﷺ کے والدین کی وفات کب ہوئی؟

جواب:۔ آنحضرت ﷺ کے والدین میں سے والد ماجد تو آپ ﷺ کی والادت سے پہلے وفات پا گئے تھے اور والدہ ماجدہ کی وفات اس وقت ہوئی جبکہ آپ ﷺ کی عمر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھ سال کی تھی۔ اور دور رسالت تو چالس سال سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ والدین نے دور رسالت نہیں پایا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال:۔ یہ حضرات مسلمان ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ اس میں سکوت اختیار کیا جائے۔ اس نازک بحث میں پڑنا نہیں چاہئے۔ اس کا عقیدے سے تعلق نہیں ہے اس لئے سکوت بہتر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال:۔ ان حضرات (والدین) کے لئے ایصال ثواب و دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں۔ مسئلہ اختلافیہ اور نازک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ جلد سوم ص ۸۰)

احکام شریعت

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ و درود پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:۔ ہمارے نزدیک صحیح و راجح یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے آباء، امہات، حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہم السلام و حضرت حوا تک سب اہل توحید و اسلام و نجات ہیں تو انھیں ثواب میں حرج نہیں۔ البتہ اختلاف علماء سے بچنے کیلئے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس ﷺ کرے اور حضور ﷺ کے طفیل میں حضور ﷺ کے علاقہ والوں کو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہشتی زیور

حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا ذکر۔ قرآن شریف میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ اپنی ماں کے لئے بھی دعا کی۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ آپ کے ماں باپ مسلمان تھے۔

فائدہ۔ دیکھو ایمان کی کیا برکت ہے کہ ایمانداروں کے واسطے پیغمبر بھی دعا کرتے ہیں۔

بیبیو! ایمان کو مضبوط رکھو۔ (بہشتی زیور حصہ ہشتم ص ۷)

دوسری بات یہ قابل توجہ ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا جو حال بتلایا گیا ہے کہ غلط بات زبان سے نکل جائے تو اس کی سخن پروری کرتے رہے۔ اس کے خلاف کتنے ہی واضح دلائل آجائیں اپنی بات کی پچ کرتے رہیں یہ خدا کی منکر اور کافر قوموں کا حال ہے جس میں بکثرت مسلمان بلکہ بعض علماء وخواص بھی مبتلا پائے جاتے ہیں کہ کسی چیز کو اول اول درجہ میں غلط یا جھوٹ کہہ دیا تو اس کی سچائی کے ہزاروں دلائل بھی سامنے آجائیں تو اپنی غلط بات کی پیروی کرتے رہیں گے۔ یہ حالت قہر خداوندی اور غضب الٰہی کا موجب ہے۔ (از رسائل سلوک)

اس کے بعد فرمایا:۔ كَذٰلِكَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكَافِرِيْنَ.

یعنی جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اسی طرح عام کافر ومنکر لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں کہ پھر نیکی قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ (از معارف القرآن حصہ چہارم سورہ اعراف ص ۱۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے آخر میں پھر مولانا سید حامد علی صاحب

مولانا حامد علی صاحب نے جس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضور پاک ﷺ کی والدہ موحدہ کو مشرکہ تحریر فرمایا۔ جس میں کوئی تذکرہ حضور ﷺ کی والدہ مکرمہ کا نہ تھا آخر کیا وجہ ہے بے محل اس طرح کسی پاک دامن کو مشرکہ کہنے اور لکھنے کی۔ حالانکہ ان کے اکابر اچھی طرح سے واضح کر چکے تھے کہ بڑا نازک مسئلہ ہے خاموش رہنا ہی مناسب ہے کچھ لکھنے کہنے، سننے سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے ان کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ایک طبقہ ان کو مومنہ کہتا ہے یا گرادنتا ہے۔

مولانائے موصوف نے اس کا حوالہ کچھ نہ دے کر بے محل بے موقع جبراً پاک ماں کو مشرکہ لکھ دیا۔ یہ بات انتہا درجہ کی غمناک اور دکھ دینے والی ہے۔

استفسار کرنے والے نے بجا طور پر اپنے افسوس کے ساتھ اکثر مسلمانوں کے رنج کا اظہار کیا۔ اپنے جیسے اکثر مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے کہ اکثر مسلمانوں کو رنج ہوا اور ہونا ہی چاہئے۔ اس رنج کو مٹانے کے لئے لوگوں نے غلط روایات گڑھ کر غلط کیا ہے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ اکثر مسلمانوں کو حد درجہ صدمہ ہوا پوچھنے والے نے نہایت صحیح پوچھا اور نہایت اچھے انداز سے پوچھا جس کا جواب شروع ہی میں مولانا موصوف نے حوالہ دیکر ان کو بظاہر خاموش کر دیا۔

پھر جو جواب دیا وہ کتنا غلط ہے۔ یہ سمجھ رکھا ہے کہ قیامت کے روز اللہ ان سے پوچھے گا نہیں؟ یہاں جب ایک عام آدمی پوچھ سکتا ہے تو اللہ اتنے بڑے نازک معاملے کے بارے میں نہ پوچھے گا۔؟

جواب دیں گے۔ جو یہاں جواب دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ معمولی بات ہے۔ بلاوجہ پھر دوبارہ آپ ﷺ کی ماں کے شرک کی توضیح فرمائی۔ اور زندگی رسالہ کے تمام قارئین کو یقین دلایا کہ نعوذ باللہ والدہ محترمہ مشرکہ تھیں۔ عبداللہ مشرک تھے۔ ہائے اللہ! عبدالمطلب مشرک تھے۔ سب دوزخی تھے پھر موصوف اس سائل سے پوچھتے ہیں کہ اگر مشرک نہیں مانتے تو آپ ہی بتایئے؟

کیوں اللہ نے دعائے مغفرت سے روک دیا۔ اجازت کیوں نہ دی؟

کیا اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دیتے ہوئے یہ بھی فرمادیا تھا کہ وہ مشرکہ ہیں اس لئے اجازت نہیں دونگا یا حضور پاک ﷺ نے خود سمجھ لیا تھا کہ چونکہ میری والدہ مشرکہ تھیں اس لئے اجازت نہیں ملی۔ اگر وہ مشرکہ تھیں اور آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ مشرکہ ہیں پھر تو حضور ﷺ کو اجازت ہی نہیں چاہئے تھی۔ اور صاف صاف فرمادیتے کہ میری والدہ مشرکہ ہیں دوزخی بھی ہیں (کیا ابوطالب کو نہیں بتلایا کہ وہ دوزخ کے آگ کا تلہ پہنے ہونگے)

کیا مولانائے موصوف یا کوئی عالم فاضل کہیں کوئی اشارہ بتا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری والدہ مشرکہ ہیں اس وجہ سے میں رویا اور اپنے ساتھ اپنے پاس کے ساتھیوں کو رلایا۔

پتہ نہیں مولانا کس حال میں اس وقت تھے۔ ایک انتہائی غلط بات یہ علماء میں بیٹھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر بت تراش و بت فروش تھے۔ اللہ رحم فرمائے۔

ابن کثیر میں آج کے دور کے سب سے بڑے عالم خود نبی رحمت میں صفحہ ۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اپنے بت تراش و بت فروش والد)

یہ امت کے عہد حاضر میں سب سے بڑے عالم اور عربی زبان میں تحریر و تقریر میں اہل زبان کا ملکہ رکھنے میں عام شہرت رکھتے ہیں وہ (والد) لکھتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے لوگ والد اور باپ کا فرق نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر انجانے پن میں (والد) لکھتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ نبی رحمت کے ص ۹۴ پر اچھی طرح سے دیکھ لیں۔ اتنا غلط۔ اتنا سنگین جرم یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد پر (زنا کا الزام لگائے ہیں)

ایک درجہ غلط بات یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کو مشرک ثابت کرتے ہوئے دوزخی قرار دیا اور پھر کوئی مثال نہ دیتے ہوئے فرمایا اسی طرح اور نبیوں کے بارے میں قیاس کرو۔ خود تو قیاس کر کے کسی نبی کے والدین کو ذکر نہ کیا خود دوسروں کو چھوڑ دیا وہ قیاس کر کے سمجھ لیں جس جس کو چاہیں۔

والدین کا قصداً معاملہ چھوڑ کر نبیوں کے لڑکوں پر اتر آئے۔ اور نوح علیہ السلام کے لڑکے کا تفصیلاً ذکر کیا۔ حالانکہ نوح علیہ السلام کے والدین کا ذکر قرآن پاک میں ہے آپ کے والدین کا ذکر چھوڑ کر لڑکے پر اتر آئے اور آدم علیہ السلام کے لڑکے کا ذکر کیا حضرت آدم علیہ السلام کے والدین تو نہ تھے لڑکے کا تذکرہ کیا۔

عنوان تو دیتے ہیں (انبیاء کے والدین کا معاملہ) ان کے ذکر سے اجتناب کرتے ہوئے نبیوں کے لڑکوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ یہ طریقہ اتنا غلط ہے کہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اب مولانائے موصوف اتنے صاف گو تھے نہ جانے کس حالت میں غلط در غلط لکھ گئے لکھ کر چلے گئے۔ اب ان کے صاحبزادے ہیں اگر یہ چھپ گیا تو ان کے لڑکے غور کر کے کسی اچھے نتیجے پر پہونچیں گے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں حضور پاک ﷺ کی والدہ کا ذکر کسی طرح نہیں ہے زبردستی بے محل والد والدہ کو مشرک لکھ دیا۔ پوچھنے پر پھر مشرک لکھا۔

حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ موحدہ کا معاملہ ایسا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا انتقال جب حضور ﷺ چھ برس کے تھے تب ہی ہوگیا۔ حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ ان کو قطعی نہ ملا اور موصوف (ابو طالب اور آزر حضرت ابرہیم علیہ السلام کے چچا کو (اور آج کے لوگ چچا کو والد قرار دیتے چلے آرہے ہیں) ان دونوں مشرکوں اور کافروں کو سامنے رکھ کر حضور ﷺ کی والدہ کی مثال رکھتے ہیں) یہ بڑا ہی سنگین جرم ہے۔

آزر جس کو والد کہتے جارہے ہیں جب اس پر حجت پوری ہوگئی اور وہ نہ مانا تو اس پر اور پوری قوم پر عذاب آیا اور دنیا سے مٹ گئے نام ونشان باقی نہ رہا۔

رہ گیا معاملہ ابو طالب کا تو یہ بیچارے حضور ﷺ کی حمایت وحفاظت میں آخر دم تک سینہ سپر رہے۔ آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ دیکھا لیکن ایمان نہ لائے کفر کی وجہ سے ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔ لیکن حضور پاک ﷺ کی برکت سے ان کو ہلکا عذاب دیا جائیگا۔ اب ان دونوں چچاؤں پر حضور ﷺ کی والدہ کو قیاس کرلیں۔ اصل بحث حضور پاک ﷺ کی والدہ پاک کی بحث ہے۔

اب یہاں سے آپ ﷺ کے والدین کی طرف واضح رہنمائی کرتے ہیں

اب آیئے ہم قرآن وحدیث وتاریخ سے مکمل مطابقت اور رہنمائی حاصل کرتے ہوئے قدرے مفصل لیکن مدلل انداز میں زیر بحث موضوع پر تحقیقی نظر ڈالیں چونکہ موضوع نہایت اہم ہے۔ اس لئے اس پر ہر پہلو سے تحقیقی نظر ڈال کر ان تمام عوامل کا تفصیلی مطالعہ کریں جو آپ ﷺ کے والدین کے انجام کی طرف واضح رہنمائی کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی نظر

۲۵ / مارچ ۱۹۹۲ء دعوت

سعید بدر

یثرب کے کوچہ و بازار کا وہ منظر

یہ وہ ملک تیع ہے جو نبی کریم ﷺ کی آمد سے ایک ہزار سال قبل آپ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آپ کے والدین اپنے بیٹے کی پیدائش و نبوت سے قبل اللہ پر ایمان مجمل نہیں لا سکتے یہ صریحاً ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ یثرب کے کوچہ و بازار کا منظر ہے عجیب دلکش سماں ہے۔ ہزاروں افراد پر مشتمل ایک قافلہ دردمند رواں دواں ہے۔ ہر شخص نہایت احترام اور عقیدت کے ساتھ سر جھکائے چل رہا ہے لوگ یثرب کی دیواروں سے دیوانہ وار لپٹ رہے ہیں اور ان کے ساتھ لگتے ہی بے اختیار انھیں چومنے لگ جاتے ہیں۔ کچھ افراد کی آنکھیں اشکبار ہیں اور بعض کی آنکھوں سے آنسو کا سیلاب رواں ہے۔ ان سب کے آگے ایک شخص دیوانہ وار چل رہا ہے۔ وہ کبھی یثرب کی گلیوں اور مکانوں کی دیواروں کو بے اختیار چومنے لگتا ہے اور کبھی انھیں حسرت سے تکنے لگتا ہے۔ یہ شخص کوئی معمولی آدمی نہیں ہے شاہانہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے طور و اطوار سے قافلۂ عشاق کا قائد نظر آتا ہے لیکن آج وہ شاہانہ جاہ و جلال طمطراق اور شان و شوکت کے بجائے عجز و انکسار کا پیکر اور والہانہ جذبات کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ وہ عجیب وارفتگی اور شیفتگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا ہے اور اسکی آواز اور لہجے میں نہایت دردمندی اور سوز و گداز موجود ہے۔ وہ نہایت احترام اور بے پناہ عقیدت کے ساتھ گویا ہے اس کے لہجے میں ہر لفظ سے درد سوز اور آرزومندی کی بے پایاں خوشبو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ رہی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے۔

یثرب کی گلیو! گواہ رہنا تبع الحمیری تمھارے آقا ﷺ کا سچا غلام ہے۔

یثرب کے بازارو اور اس کے مکانات کی پاکیزہ دیوارو! شاہد رہنا اور یاد رکھنا کہ میں تمھارے مولا کا نہایت ادنیٰ عقیدت مند اور نام لیوا ہوں۔

اے مقدس اور محترم دروازو! محتشم اور مکرم دیوارو! میں تمھیں بوسہ دیتا ہوں۔ تمھاری گلیوں کی خاک کو چوم رہا ہوں بلکہ اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اے ارضِ مقدس! یہ آسمان صرف اس لئے سربلند اور فراز ہے کہ اس نے تیرے شہر کی چھت کو بوسہ دیا ہے۔ یہ خاک اس لئے ارجمند ہے کہ یہ میرے آقا مولا کی بارگاہ بننے والی ہے۔ ہاں یہی وہ مقام ہے جہاں آفتاب سعادت طلوع ہونے والا ہے اور جس کی آمد سے دنیا بھر کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی۔ ہر طرف نور ہی نور ہوگا اور ساری کائنات ارضی سعادتوں اور برکتوں سے معمور ہو جائے گی۔

اے ارض مقدس! یہاں بدر منیر طلوع ہوگا جس کی چاندنی سے ساری فضا پرنور ہو جائے گی اور دلوں کے اندھیرے کافور ہو جائیں گے۔ یہ شخص اس وارفتگی اور دل بستگی کے ساتھ یثرب کی تمام گلیوں اور بازاروں کا گشت کرتا ہے۔ جگہ جگہ رکتا ہے اور تعظیم بجالاتا ہے اور یوں چلتا ہے گویا مقدس شے کا طواف کر رہا ہے۔ وہ عربی کے دل آویز شعر پڑھتا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کسی ان دیکھے اور نا معلوم محبوب کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ وہ کہتا ہے۔

شَہِدْتُ عَلٰی احمد انّہٗ رسولٌ مِنَ اللہِ بادی النسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلو مد عمری الیٰ عمرہٖ لکنت وزیراً وابن عم

وَجَا ھَدْتُ بالسیف اعداء ہ وفرجتُ عن صدرہٖ کل غم

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں اگر میری عمر ان تک پہونچی تو میں ضرور ان کا معین و مددگار رہوں گا اور میں ان کے دشمنوں سے تلوار کے ذریعہ جہاد کروں گا۔ اور ان کے دل سے ہر غم دور کروں گا۔

تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ یثرب کے کوچہ و بازار میں وارفتگی کے عالم میں یہ شعر پڑھنے والا اور لباس شاہانہ میں ملبوس شخص تبع الحمیری ہے جس کا اصلی نام حمیری بن درد ع ہے اور تاریخ میں وہ ملک تبع کے نام سے مشہور ہے۔

تبع یمن کا شہنشاہ ہے اور کئی بادشاہوں سے برتر افضل ہے۔ چار دانگ عالم میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ لیکن آج وہ یثرب کے کوچہ و بازار میں اپنے نادیدہ محبوب کی یاد میں دل فگار ہے۔ وہ پریشان حال پھر رہا ہے اور اس کی فوج کے تمام سپاہی، درباری اور وزراء اور امراء بھی مجرد انکساری کی تصویر بنے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

دوسرا منظر

ایک ہزار سال بعد اس شہر کا نام اب مدینہ ہے پہلے اسے یثرب کہتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک نورانی شخصیت کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہر شخص آگے بڑھ کر ناقہ کی باگ پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور ہر فرد عالم وارفتگی میں ان کے آگے بچھا جاتا ہے خوبصورت لڑکیاں خوش الحانی سے گا رہی ہیں کہ آج وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔ شہر میں داخلے کے بعد ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ مہمان عزیز اس کے گھر رونق افروز ہوں۔ درد کے مارے لوگوں کا عجیب حال ہے شہر کا عجیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغریب سماں ہے پورا شہر بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر یہ کوشش کی کہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیں اور مہمان گرامی کو اپنے گھر لیجائیں۔ مگر یہ برتر شخصیت پیکر نور ونکہت اچانک لب کشا ہوتی ہے۔ (دعوھا فانھا ماموره) اس اونٹنی کو چھوڑ دو اللہ کی جانب سے مامور ہے۔

یہ لفظ سنتے ہی سارے بیقرار اشخاص پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اور اونٹنی چلتے چلتے ایک مقام پر آ کر خود ہی رک جاتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے۔ لیکن اس ناقہ کے عظیم سوار نیچے نہیں اترتے تو وہ پھر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور تھوڑی دور جا کر ایک دروازے کے سامنے بیٹھ جاتی ہے لیکن شتر سوار پھر بھی نیچے نہیں اترتے تو ناقہ پھر کھڑی ہو جاتی ہے اور پھر پہلی ہی جگہ آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اب کی بار وہ اپنی گردن زمین پر ڈال دیتی ہے۔ شہر مدینہ کے مہمان گرامی نیچے اتر آتے ہیں اور اپنا ساز وسامان اتارنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ ایک غریب ومفلس مگر دردمندی کی دولت سے مالا مال شخص سامان اتارنے لگتا ہے تو کچھ اور لوگ جرات کر کے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں حضور سامان یہیں رہنے دیں اور آپ ﷺ ہمارے گھر تشریف لے چلیں۔ مہمان ذی وقار فرماتے ہیں (المرء بامتاعه) مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر یہ مہمان گرامی گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جہاں یہ اونٹنی بیٹھی ہے۔ یہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔

مہمان والا تبار نے اپنے چاہنے والوں میں سے کسی کا دل نہ توڑا اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا۔ حتیٰ کہ اونٹنی خود بخود اپنی منزل پر پہونچ کر بیٹھ گئی ہر شخص حیران ہے کہ اونٹنی ایک غریب نجار کے گھر میں کیوں بیٹھی؟

اور یہ مہمان ذی وقار یہیں کیوں اتر گئے؟ نہ صرف اس روز ہر شخص حیران تھا بلکہ پندرہ سو سال سے تاریخ کا ہر قاری ششدر ہے کہ آخر اس میں کیا مصلحت اور حکمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ اونٹنی بڑے بڑے امراء کے دروازوں پر نہیں بیٹھی۔ باگ پکڑنے والوں کے اشاروں پر نہ رکی اور جب بیٹھی تو ابوایوب انصاری کی دروازے کے سامنے۔

آیئے آج ہم تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مہمان ذی شان اس چار پاؤں کے جانور کو (مامور من اللہ) کیوں فرماتے ہیں اور یہ حیوان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی کے گھر کے سامنے کیوں رکتا ہے۔ وہ کون سا سربستہ راز ہے جس کا انکشاف نہیں ہوتا۔ اور وہ کونسی وجہ ہے جس کا اظہار نہیں کیا جاتا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ سرور کائنات رسول مقبول ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ایک ہزار سال قبل کی بات ہے کہ یمن کا ایک بادشاہ ملک تبع بڑے جلال و جرأت اور شان و شوکت کا حامل بادشاہ تھا جو اپنی عقل و ذہانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا ہے۔

محمد بن اسحاق اپنی کتاب مغازی میں لکھتے ہیں کہ تبع ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنھوں نے کائنات ارضی پر قبضہ جما رکھا تھا۔

اس دور میں بھی اس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل سپاہی شامل تھے، اس کے دربار میں دانشمند وزراء اور ارکان سلطنت ہر وقت موجود رہتے تھے جن کی تعداد ہزاروں تک پہونچی تھی۔ یہ شہنشاہ ایک بار اپنے لشکر قاہرہ کے ساتھ گردنواح کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے یمن سے نکلا اور فتوحات کے خیمے گاڑتا ہوا جب مکہ مکرمہ کے پاس پہونچا تو اہل مکہ نہ تو اس کے لشکر کی قوت سے مرعوب ہوئے اور نہ کسی فرد نے شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا، اس صورت سے وہ بہت غضب ناک ہوا، وزراء میں سے کسی نے اسے بتایا کہ اہل عرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی جہالت پہ نازاں ہیں اور چونکہ اس شہر میں کعبۃ اللہ ہے جسے (ان طھرا بیتی) کہا گیا ہے اس لئے اس کے پاسباں ہونے کے ناتے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔

بادشاہ نے غصہ میں آ کر اس شہر کو تباہ و برباد کرنے اور اس کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دیدیا، لیکن اس حکم کے جاری ہوتے ہی ایک پراسرار بیماری نے آن گھیرا اور اس کے کان ناک اور منہ سے خون بہنے لگا وہ سر کے درد سے بے حال ہو گیا۔ کئی طبیبوں نے علاج کیا۔ کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا حتیٰ کہ اس عجیب وغریب بیماری کے باعث وہ موت کے منہ سے جا لگا۔ بادشاہ کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر ایک صاحب بصیرت شخص سامنے آیا اور اس نے کہا میں بادشاہ کا علاج کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ میں جو بھی سوال کروں اس کا مجھے صحیح صحیح جواب دیا جائے۔ بادشاہ نے اس مرد دانا کی شرط مان لی اور الگ کمرے میں چلا گیا، یہ مرد دانا بادشاہ سے سوال کرتا رہا اور وہ جواب دیتا رہا، جب بادشاہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کا قتل عام کرنے کے ارادے کا ذکر کیا تو اس دانائے راز نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہی تمھاری اصلی بیماری ہے جس نے تمھیں کئی دنوں سے مبتلائے عذاب کر رکھا ہے۔ اس خیال خام کو دل سے نکال دو کیوں کہ اس گھر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

بادشاہ نے دانائے راز کے کہنے پر اپنے مذموم ارادے کو ترک کر دیا اور سچے دل سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ وہ مرد حق پرست بادشاہ کے کمرے سے ابھی باہر نکلا بھی نہ تھا کہ بادشاہ کی پراسرار بیماری جاتی رہی اور مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کعبہ کا طواف کیا اور اہل کعبہ کو بہت بڑی ضیافت دی، جس میں چھوٹے بڑے اور ادنیٰ اعلیٰ شریک ہوئے، ضیافت میں پینے کے پانی کے بجائے شہد پیش کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد بادشاہ نے نایاب قسم کے ریشم سے کعبۃ اللہ کا غلاف تیار کرایا، مگر خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ مناسب نہیں ہے، پھر خوشبودار کپڑے سے غلاف بنوایا۔ مگر پھر خواب میں اشارہ ہوا کہ یہ مناسب نہیں۔ تیسری بار بردیمانی اور حریر ملا کر سات پردوں والا غلاف تیار کرایا اور اس کے بعد بادشاہ نے کعبہ سے تمام بتوں کو نکلوا دیا اور اس کی خوب تزئین و آرائش کی، پھر دروازہ مقفل کر کے چابی مجاوروں کے حوالے کر دی اور پھر اپنی مہم پر چل پڑا، کئی علاقے فتح کر کے یثرب آن پہونچا۔ اہل یثرب مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے شہر کے دروازے مقفل کر کے قلعہ بند ہو گئے کئی ماہ گذر گئے لیکن بادشاہ اپنے لشکر قاہرہ کے باوجود شہر کو فتح اور اہل شہر کو مطیع نہ کر سکا، آخر کار اہل شہر کے حالات کی جستجو میں لگ گیا تا کہ کہیں کوئی کمزوری نظر آئے اور اس سے فائدہ اٹھا کر وہ شہر پر حملہ کر سکے، ہفتوں اور مہینوں کے گذرنے کے باوجود اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اسے شب خون مارنے کا بھی موقع نہ ملا۔ ایک روز علی الصبح اس نے اپنے لشکر کے خیموں کے باہر کھجوروں کی گٹھلیاں پڑی دیکھیں تو وہ بہت حیران ہوا کیونکہ اس کے اپنے زادراہ میں کھجوروں کا نام ونشان بھی موجود نہ تھا۔ اس نے اہل لشکر سے استفسار کیا تو سپاہیوں نے بتایا کہ رات کے آخری حصے میں یثرب شہر کی جانب سے فصیل کے اوپر سے کھجوروں سے بھری ہوئی بوریاں پھینک دی جاتی ہیں جنھیں ہم کھا لیتے ہیں۔

بادشاہ تبع الحمیری یہ سن کر حیران و پریشان ہو گیا کہنے لگا ہم تو مہینوں سے اس شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں باہر سے تمام رسد بند کر کے نہ صرف انھیں بھوکا مارنے کی کوشش میں ہیں بلکہ اس کے مکینوں کو لوٹنا قتل کرنا اور تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ عجیب لوگ ہیں جو حالات جنگ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستوں والا سلوک کر رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں بادشاہ گہری سوچ میں پڑ گیا، معاملہ حل نہیں ہو رہا تھا آخر اس نے وجہ دریافت کرنے کے لئے اپنی فوج کے اکابر کو یثرب کے اکابرین کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا جب یہ بات یثرب کے مستند علماء واحبار تک پہونچی تو انھوں نے کہا کہ ہم دور دراز علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں، ہم میں سے کسی کا تعلق خیبر سے ہے اور کسی کا تعلق کسی دوسرے علاقے سے ہے۔ کوئی شام سے آیا، اور کوئی مصر سے لیکن ہم یہودی ہیں، ہم نے تورات اوز بور جیسی الہامی کتب میں یہ پڑھا ہے کہ یہاں نبی آخر الزماں آنے والے ہیں، اور ہم یہاں رہ کر ان ہی کا انتظار کر رہے ہیں، ہماری کتب اور صحائف آسمانی کے مطابق آخر الزماں حلیم وکریم اور شفیق وانیس ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز بھی ہوں گے اس لئے ہم بھی اپنے آپ کو ان جیسی صفات کریمہ سے متصف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تبع الحمیری اہل یثرب کی ان باتوں اور حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا، اس کے سینے میں سوز وگداز سے معمور دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار رونے لگا وہ اس بات سے اثر پذیر ہوا کہ وہ پیغمبر ابھی مبعوث بھی نہیں ہوئے لیکن ان کے اوصاف کریمہ پر لوگوں نے عمل شروع کر دیا ہے وہ روتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ کاش وہ ان نبی کریم ﷺ کے دور مسعود میں ہوتا ان پر ایمان لاتا اور سُرخرو ہوتا اور جب وہ اپنی قوم کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں تشریف لاتے تو ان کا خدمت گذار ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں دل آویز باتیں سن کر اس کا شوق دید بڑھ گیا۔

اس نے اہل یثرب سے اجازت مانگی کہ وہ اس شہر محبوب کی گلیوں، بازاروں اور مکانوں کی زیارت کر سکے۔ اجازت ملنے پر وہ شہر میں داخل ہوا پورا لشکر اس کے ساتھ تھا آج وہ فاتح نہیں مفتوح تھا، بادشاہ نہیں دلگیر تھا، وہ دل گرفتہ جلوس کے ساتھ یثرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بازاروں اور گلیوں میں گھومتا رہا اس کے شوق فراواں اور ذوق بے پایاں کا یہ عالم تھا کہ درد سے اور سوز سے معمور اشعار پڑھنے لگا۔

حتیٰ کہ مورخین بتاتے ہیں کہ اس کے لشکریوں نے یا محمد یا محمد کے نعرے لگائے اور حضور پرنور ﷺ کو یاد کر کے بے حد روئے اور آنسو بہائے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں عید میلاد النبی ﷺ کا یہ پہلا جلوس تھا جو سرور کائنات کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل اس شہر میں نکالا گیا تھا جہاں آپ ﷺ تشریف لانے والے تھے اور وہ شہر دارالہجرت بننے والا تھا، آقائے نامدار ﷺ کی ولادت یعنی آمد کی خوشی میں یہ ایسا عظیم الشان جلوس تھا جس کی قیادت اس وقت کا بہت بڑا فرمانروا کر رہا تھا اور اس کے اکابر سلطنت عمائدین اور لشکری عقیدت واحترام کے پھول نچھاور کرتے اور سر جھکائے اس کے ساتھ چل رہے تھے، انسان اس واقعہ سے حیران وششدر رہ جاتا ہے، وہ کیسے مہمان محترم تھے جن کا جلوس ان کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے نکالا جا رہا تھا، جس میں شاہ وگدا ادنیٰ واعلیٰ امیر وغریب سب ہی خلوص دل سے شریک تھے۔

تبع الحمیری نے اس کے بعد یثرب کے سارے شہر کو صاف کرایا عالی شان اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں، اس کی خواہش تھی کہ وہ یہیں کا ہو رہے اور یہودی علماء کے ساتھ ساتھ وہ نبی آخر الزماں ﷺ کا انتظار کرے، لیکن امور سلطنت نے یہ خواہش پوری نہ ہونے دی، بعض روایات کے مطابق وہ کافی مدت یہاں مقیم رہا لیکن اس کی عدم موجودگی میں یمن میں بغاوت ہوگئی تو اسے بادل ناخواستہ واپس کوچ کرنا پڑا اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے چار سو ۴۰۰ علماء کو خوبصورت مکان بنوا کر دیئے اور انھیں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کیں، ان علماء میں سے شامول نامی ایک عالم تھا جسے خوبصورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکان بنوا کر دیا اور اس کی گذر اوقات کے لئے باغات لگوا دیئے، اس کے بعد اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط بھی دیا جس پر اپنی مہر لگا دی اس کو بادشاہ نے ایک صندوقچہ میں مقفل کر دیا اور چابی شامول کے حوالے کر دی اور اسے سخت تاکید کر دی کہ اگر اسے نبی آخر الزماں ﷺ کا زمانہ اور دیدار پُر انوار نصیب ہو تو یہ خط بصد احترام انھیں پیش کر دینا، اور اگر تمھیں یہ سعادت نصیب نہ ہو سکے تو اپنی اولاد کو تاکید کر دینا حتی کہ نسلاً بعد نسلٍ وصیت کا یہ سلسلہ جاری رہے تا آنکہ وہ روز سعید آجائے جب وہ پیغمبر ورہبر کامل دنیا جہاں میں تشریف لے آئیں، شاہ یمن تبع الحمیر ی نے اپنے خط میں لکھا۔

یہ خط حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی جانب جو حضرت عبداللہ کے بیٹے خاتم النبیین اور رسول رب العالمین ہیں تبع بن در دع کی جانب سے امابعد۔

اے محمد ﷺ! میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہے، آپ کے دین پر اور آپ کی سنت پر بھی ایمان لایا۔ آپ کے رب پر ایمان لایا جو تمام جہانوں اور تمام چیزوں کا رب ہے اور مالک ہے، میں ایمان لایا آپ کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں نازل ہوئیں میں نے انھیں قبول کیا، اگر میں نے آپ کو پایا تو میں نے نعمت حاصل کر لی، اور اگر نہ پا سکا تو آپ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرما دیجئے اس لئے کہ میں آپ کی اولین امت میں سے ہوں، اللہ اُس دن مجھے فراموش نہ کیجئے، میں نے آپ کی اتباع آپ کی تشریف آوری اور آپ سے پہلے کی ہے میں آپ کی ملت اور آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی سعادت

کتب سیر وتواریخ میں درج ہے کہ یہ خط نسلاً بعد نسلٍ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ شامول کی اکیسویں پشت میں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سرور کائنات ﷺ کی اونٹنی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور حضور پرنور ﷺ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ وہ انصار جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی حمایت ومدد کی تبع کے آباد کردہ چار سو علماء وحکماء کی اولاد میں سے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انصار کوئی معمولی لوگ نہ تھے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لا رہے تھے تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک معتبر شخص کے ذریعہ وہ مکتوب گرامی حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ جلد سے جلد مکتوب الیہ تک پہونچ جائے اور وہ بار امانت سے سبکدوش ہوسکیں جو صدیوں سے ان کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔

ہجرت کے دوران نبی کریم ﷺ ابھی قبیلہ بنوسلیم میں تھے کہ ایک قاصد پہنچ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا تو ابوایوب ہے اور کیا تبع کا خط تیرے پاس ہے؟

یہ الفاظ سن کر وہ آدمی حیران وششدر رہ گیا۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کو پہچانتا بھی نہ تھا اور نہ حضور ﷺ پہلے کبھی ملے تھے۔ اس نے حیران ہوکر دریافت کیا:

آپ کون ہیں؟ اور مجھے آپ کے چہرے سے جادو کے آثار بھی نظر نہیں آتے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ ہوں اور صاحب کتاب ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

ابویعلیٰ نے خط جیب سے نکالا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضور گرامی قدر ﷺ جب اس خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو آپ نے زبان مبارک سے تین دفعہ فرمایا:

مرحباً باخی الصالح۔یعنی میرے نیک بھائی مرحبا۔

پہلا عاشق رسول ﷺ

اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد کیوں فرمایا کہ یہ ناقہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔اور یہ وہیں ٹھہرے گی جہاں اس کی منزل ہے۔چنانچہ دنیا والوں نے دیکھا کہ آقائے نامدار کی اونٹنی وہاں پر ہی رک گئی جو ابوایوب ؓ کا دروازہ تھا۔اور یہیں پھر مسجد نبوی بھی تعمیر ہوئی۔اسی بنا پر شیخ زید الدین مراغیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول کریم ﷺ ابوایوب انصاری ؓ کے مکان پر نہیں اترے بلکہ اپنے ہی مکان میں اترے تھے تو بے جا نہ ہوگا کیوں کہ یہ مکان ایک ہزار سال قبل ان ہی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ایک سچے عاشق رسول کی یہ آرزو تھی کہ نبی اکرم ﷺ وہاں قیام فرمائیں اور اس طرح اس کا پیغام دردان تک پہونچے۔یہ ایک دردمند کی فریاد تھی جو مقبول ہوئی۔زمان ومکان کے فاصلے مٹ چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی ناقہ وہیں رکی جہاں ایک ہزار سال قبل رکنے کا اللہ نے تبع الحمیری کے ذریعے انتظام فرمایا تھا۔ابوایوب انصاری کا قیام محض آپ ﷺ کی تشریف آوری کے انتظار کے لئے تھا۔پھر آں حضرت ﷺ کے یہ الفاظ مبارک پُر از معنیٰ ہیں کہ مرد اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اسی مکان میں قیام فرمایا۔ کتنے محترم ہیں وہ لوگ جن کی آرزوئیں پایۂ تکمیل کو پہونچ جاتی ہیں۔ کتنے سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کی تمنائیں برآتی ہیں اور برگ و بار لاتی ہیں۔ اور کتنے عظیم ہیں وہ لوگ جن کی خواہشیں اور دعائیں مقبول بارگاہ ہو جاتی ہیں۔ تبع الحمیر ی اور اس کے چار سو ساتھی کتنے عظیم اور سعادت مند تھے کہ ایک ہزار سال نبی آخر الزماں ﷺ کے انتظار میں گذار دیئے۔ دس صدیوں پر محیط طویل فاصلے نہ ان کی آرزوؤں میں کمی کر سکے اور نہ ان کے ارادوں کو متزلزل کر سکے انتظار کے لمحات مہینے اور مہینے سال بن جاتے ہیں اور سال صدیاں لگتی ہیں لیکن ان لوگوں کی عظمت ہمت اور جرأت پر سلام جنھوں نے انتظار محبوب میں صدیاں گذار دیں۔ آخر کار ان کی اولاد سعید نے وہ مقام بلند حاصل کیا جس کے لئے دنیا ترستی ہے اور اَبَدُ الآباد تک ترستی اور تڑپتی رہے گی۔ مدینے کی اس سرزمین پر دس صدیوں کے دوران کیا کیا واقعات بیت گئے۔ کیا کیا اور کیسے کیسے نشیب و فراز گزر گئے۔ کیسے کیسے فاصلے اور کارواں آئے اور چلے گئے۔ بقول علامہ اقبالؒ۔

خاک بچھی ہوئی اِدھر ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر

کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

کتنے ماہ و سال آئے لیکن اہل مدینہ کا انتظار ختم نہ ہوا۔ وہ انتظار کرتے رہے۔ انتظار ہی ان کا مقصود و ماوٰی و نصب العین تھا۔ آخر کار وہ وقت آیا کہ وہ اپنی مراد پا گئے۔ اور اہل مکہ کی نامرادی دیکھئے کہ ان کے گھر چاند نکلا لیکن اس کی روشنی دیکھ کر ان کی آنکھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چندھیاں گئیں اور ادھر یہ اہل انتظار تھے کہ سرفراز ہو گئے اور منتہا و مقصود کو پہونچ گئے۔ جہاں تک تبع الحمیر ی کا تعلق ہے وہ بھی سرفراز اور بلند ہوا اور اپنی مراد کو پہونچا اور صالح بھائی کا خطاب پایا۔

یہ ایک ہزار سال پہلے سے ایمان لا کر صالح بھائی کا خطاب پائیں اور خود اپنے والدین محروم رہیں اور دوزخ میں جائیں؟ اب آپ کا دل کیا کہتا ہے اب آپ کی عقل کیا کہتی ہے؟ لذید بود حکایت دراز تر گفتم

بعثت رسول ﷺ کے لئے منصوبہ بند تیاریاں

نبی کریم ﷺ کی بعثت اللہ تعالی کے اس اہم اور سب سے بڑے منصوبے کی تکمیل تھی جو اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے انھی میں سے باشعور اور راست باز افراد کو مبعوث فرما کر رسالت کا باب جاری کیا تھا۔ اور جس کی ابتداء نوح علیہ السلام سے ہو کر اس کی تکمیل آپ ﷺ پر ہونے والی تھی۔

اس طرح آپ ﷺ کی بعثت کسی عام نبی یا پیغمبر کی بعثت نہ تھی جس کے لئے کوئی قابل لحاظ انتظام کی ضرورت نہ محسوس ہو۔ بلکہ آپ ﷺ کو مبعوث کر کے ایک ایسی ہستی کو وجود بخشا جا رہا تھا جو ساری دنیا کے لئے رحمت اور نجات کا ذریعہ ثابت ہونے والی تھی۔ جسے ساری دنیا کی تاریخ بدلنا تھی۔ جسے ایک طرف تمام باطل نظریات۔ باطل ادیان۔ اور جاہلی تصورات اور تہذیبات سے نبرد آزما ہو کر حق پرستی کا مکمل غلبہ اور صالح اور صحیح خطوط پر اسلامی معاشرے کی تکمیل کرنی تھی۔ ایک طرف جسے تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار کے لقب سے نوازا جانے والا تھا۔ تو دوسری طرف رسالت و نبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا طویل سلسلہ بھی اس عظیم ہستی پر ختم ہونے والا تھا اس عظیم انسان اور خالق کائنات کے اس محبوب فرستادہ کے بجائے وسعت دیکر تمام عالم کے انسانوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا۔ اور اس دور نبوت کو اس وقت تک قائم رکھنے کا منصوبہ پیش نظر تھا۔ جب تک اس دنیا کے ختم ہونے کا حکم صادر نہ ہو جاتا۔ اسطرح اپنی اس سر زمین پر اس عظیم ہستی کی آمد اور بعثت کے لئے خالق کائنات قدرتی اور تکوینی طور پر جو تیاریاں کر رہا تھا وہ ایک طرف جہاں منصوبہ بند تھیں وہیں دوسری طرف برس دو برس نہیں بلکہ ہزاروں پر محیط تھیں جسکی ابتداء ٹھیک اس وقت ہوگئی تھی جب اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن مصر سے ہجرت کر کے اپنی منزل مکہ معظمہ کو متعین کی تھی۔ پھر اسی سرزمین مکہ پر ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک بڑی آزمائش سے گذارا گیا۔ اور جب وہ دونوں اس آزمائش میں کھرے اترے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی موجودگی اور تعاون سے اللہ کا گھر تعمیر کیا تو دونوں نے اس وقت اس سرزمین میں ایک امت مسلمہ برپا کرنے اور ان ہی میں سے ایک نبی کو مبعوث کرنے کی دعا کی تھی اور آپ کی بعثت ان ہی جلیل القدر انبیاء کی دعا کی تکمیل تھی۔

اگر ہم آپ ﷺ کی بعثت کے سلسلے میں ان تمام تیاریوں کا جائزہ لیں اور تمام واقعات وحوادث پر تحقیقی نظر ڈالیں جو سرزمین مکہ اور اس کے نواح میں آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل اور بعد مختلف اوقات میں رونما ہوئے ہیں۔ اور اس پس منظر میں حالات وواقعات کا تعین کریں تو ہماری زبان یا قلم کبھی اس بات کی جرأت نہیں کر سکتے کہ آپ ﷺ کے والدین کو کافر قرار دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں چند ایسے ہی واقعات کی طرف بڑے اختصار کے ساتھ اشارہ کر کے حالات و واقعات کے تناظر میں آپ ﷺ کے والدین کی حیثیت متعین کرنے کی ایک تحقیقی کوشش کی جا رہی ہے۔

زمزم کا برآمد ہونا

سرزمین مکہ پر زمزم کا برآمد ہونا اسی پروگرام کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

زمزم کی تاریخ اور اس سے متعلق واقعات کی تفصیل ہمارے یہاں بہت عام اور ہر خاص و عام کے علم میں ہے۔ لیکن برسوں بعد زمزم کی بازیابی کا واقعہ بھی بڑا خوش آئند اور دلچسپ ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں یہ بات تفصیل سے وارد ہے کہ جُرہم قبیلہ نے زمزم کو پاٹ دیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو مستقبل قریب میں اپنے آخر الزماں نبی ﷺ کو مبعوث کرنا تھا تو اس نبی کی بعثت کے سلسلے میں سرزمینِ مکہ میں جو دیگر تمام تیاریاں ہو رہی تھی ان میں ایک قابل ذکر کام زم زم کا دوبارہ برآمد کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اس کام (بازیابی زم زم) کے لئے اپنے محبوب رسول ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو کن کن آزمائشوں سے گذرا۔ اور کس انداز سے حالات کو اللہ تعالیٰ ان کے موافق کرتا گیا۔ یہ تمام تفصیلات تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔ اختصار کی غرض سے انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جو بات یہاں یاد رکھنے کی ہے وہ یہ کہ بازیابیِ زم زم کی کوششوں کے سلسلے ہی میں حضرت عبدالمطلب اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دس بیٹوں کی دعا مانگتے ہیں۔ اس دعا کے نتیجے میں حضرت عبد اللہ اور دیگر اولاد عبدالمطلب کی پیدائش ہوتی ہے۔ آب زمزم کی بازیابی کے بعد سے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موت تک چاہے وہ دور جاہلیت کے ایام ہوں یا آپ ﷺ کی ولادت اور بعثت کے بعد خالص توحید پرستی کا ماحول ان تمام حالات میں زم زم کی سقایت کا منصب عبدالمطلب ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے موضوع کے تحت اللہ تعالیٰ کی ان تمام حکمتوں کا جائزہ لیں جس کے ذریعہ عبدالمطلب کو سقایہ کی خدمت کے لئے منتخب کیا جاتا رہا اور اس کے بعد ان تمام حالات پر توجہ کریں جن کے ذریعہ اہل مکہ میں خاندان عبدالمطلب کو ممتاز مقام عطا کیا جارہا تھا تو ہم ان تمام تیاریوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جو آپ ﷺ کی بعثت کے سلسلے میں قدرتی طور پر انجام دی جارہی تھیں۔

عبدالمطلب کا زمزم کو از سر نو برآمد کرنا

یہ فخر بھی جناب عبدالمطلب ہی کو حاصل ہوا کہ زمزم جسے جُرہم بند کر کے اس کا نشان تک مٹا گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں برآمد ہوا۔ محمد اسحٰق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ خواب میں جناب عبدالمطلب کو زم زم کا مقام بتایا گیا۔ اور انھیں ہدایت کی گئی کہ اس جگہ کو کھود کر یہ مقدس کنواں برآمد کرلیں۔ اس وقت ان کا کوئی بیٹا حارث کے سوا نہ تھا۔ اس کو ساتھ لے کر وہ کدال پھاوڑا لئے ہوئے وہاں پہونچے اور کھدائی شروع کر دی۔ جب پانی نمودار ہوا تو عبدالمطلب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس سے قریش کے لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ زم زم نکل آیا ہے۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے عبدالمطلب یہ تو ہمارے باپ اسمٰعیل کا کنواں ہے اور اس میں ہمارا حق ہے۔ ہمیں اس میں اپنے ساتھ شریک کرو۔ انھوں نے جواب دیا میں ایسا نہیں کرسکتا۔ یہ کام خاص طور پر مجھے دیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ جھگڑے پر آمدہ ہو گئے۔ عبدالمطلب نے کہا اچھا تو کسی کو حکم بنا لو۔ انھوں نے بنی سعد بن ہذیم کی کاہنہ کا نام تجویز کیا۔ جو شام کے بالائی علاقوں میں رہتی تھی۔ عبدالمطلب نے یہ بات مان لی اور اپنے چند ساتھیوں کو لے کر وہ بنی امیہ اور قبائل قریش میں سے ہر قبیلے کے کچھ لوگوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک بے آب و گیاہ بیاباں آیا جہاں عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا۔ اور انھیں یقین ہو گیا کہ ہم پیاس سے مر جائیں گے۔ انھوں نے اپنے ہمسفر دوسرے اہل قریش سے پانی مانگا مگر انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہاں پانی کا دور دور کہیں نام و نشان نہیں ہے ہم اگر پانی میں تمھیں شریک کریں تو ہم بھی اس ہلاکت میں مبتلاء ہو جائیں گے۔ جس کا تمھیں خطرہ ہے۔ آخر کار عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابھی ہمارے ہاتھ پاؤں میں کچھ جان ہے آؤ ہم میں سے ہر ایک اپنے لئے ایک گڈھا کھو دے اور جو جو مرتا جائے اس کو اس گڈھے میں دفن کیا جاتا رہے۔ چنانچہ ہر ایک نے گڈھا کھود لیا اور سب موت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ عبدالمطلب نے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے اپنے آپ کو یوں ہی موت کے حوالے کر دیا۔ آؤ ہمت کر کے چلیں شاید کہیں بھی پانی مل جائے۔ یہ کہہ کر سب کوچ کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب عبدالمطلب نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور اس کا پاؤں زمین پر پڑا تو یکا یک اس کے نیچے سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ نکل آیا۔ اس پر عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے نعرہ بلند کیا اور اتر کر خوب پانی پیا اور اپنے مشکیزے پانی سے بھر لئے۔ پھر عبدالمطلب نے ان دوسرے اہل قریش کو جنھوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا تھا پکارا اور کہا آؤ اللہ نے ہمیں پانی دیدیا ہے تم بھی پیو اور پانی بھر لو۔ چنانچہ وہ سب آئے پانی سے سیراب ہوئے اور پھر کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اے عبدالمطلب خدا ہی نے ہمارے خلاف تمھارے حق میں فیصلہ دیدیا ہے خدا کی قسم ہم اب زم زم کے معاملے میں تم سے جھگڑا نہ کریں گے۔ جس خدا نے تمھیں اس بیاباں میں پانی دیا ہے اس خدا نے زم زم بھی تمھیں عطا کیا ہے۔ اب اپنے پانی کی طرف بخیر وخوبی واپس چلو۔ اس طرح سب اس کاہنہ کے پاس جانے کے بجائے مکے واپس ہو گئے۔

یہ سقایہ کا منصب جس میں اب سب سے اہم زم زم کی سقایت تھی۔ زندگی بھر عبدالمطلب کے پاس رہا ان کے بعد ان کے بیٹے ابوطالب کو ملا۔ مگر ابوطالب اپنی فیاضی کے باعث اپنی مالی استطاعت سے بڑھ کر حاجیوں کو پانی شربت اور دودھ وغیرہ پلانے میں خرچ کرنے لگے جس کی وجہ سے انھیں کئی مرتبہ اپنے بھائی عباس سے قرض لینا پڑا اور اسے ادا نہ کر سکے آخر کار حضرت عباس نے شرط لگائی کہ اب اگر آپ ادا نہ کر سکیں گے تو سقایت کا منصب آپ کو میرے لئے چھوڑ دینا ہوگا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ سقایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مل گئی۔ یہ زمانہ قبل اسلام کی بات ہے۔ زمانہ اسلام میں بھی یہ منصب بنی عباس ہی میں رہا۔

عبداللہ بن عبدالمطلب

محمد اسحٰق کا بیان ہے کہ زم زم کی کھدائی کے وقت جب عبدالمطلب نے دیکھا کہ ان کے ساتھ صرف ان کا ایک بیٹا ہے اور قریش سارے گھر کر آ گئے ہیں تو انھوں نے نذر مانی کہ اللہ مجھے دس بیٹے عطا کرے جو میری حمایت کے لئے کھڑے ہو سکیں تو ان میں سے ایک کو کعبہ کے پاس اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ اللہ نے ان کی یہ دعا پوری کی اور دس بیٹے ان کو دیئے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے آخر کار ایک روز عبدالمطلب نے سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کا ان سے ذکر کیا۔ سب نے کہا اللہ سے جو نظر آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مانی ہے اسے پورا کیجئے اس پر عبدالمطلب سب بیٹوں کو لیکر کعبہ میں ہبل نامی بت کے پاس گئے جہاں فال نکالی جاتی تھی۔ اور فال اس بات کے لئے نکلوائی کہ ان دس میں سے کس بیٹے کو قربان کریں اس میں نام جناب عبداللہ کا نکلا جو عبدالمطلب کے سب سے خوبصورت اور باپ کے سب سے زیادہ پیارے بیٹے تھے۔ عبدالمطلب بلا تکلف عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر اور چھری لے کر اساف و نائلہ کی طرف لے چلے تا کہ وہاں ان کو ذبح کر دیں۔ قریش کے لوگ یہ دیکھ کر اپنی اپنی مجلسوں سے دوڑ پڑے اور کہنے لگے عبدالمطلب یہ تم کیا کرتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو آئے دن کوئی نہ کوئی اپنے بیٹے کو لا کر ذبح کرنے لگے گا۔ چلو حجاز کی فلاں عرافہ (سیانی) کے پاس جو وہ کہے وہی کرو ممکن ہے کہ وہ اس مشکل کا کوئی حل بتائے۔ اس تجویز کے مطابق یہ لوگ مدینہ پہونچے اور وہاں معلوم ہوا کہ وہ آج کل خیبر میں ہے وہاں جا کر اس سے ماجرا بیان کیا اس نے کہا تمھارے یہاں آدمی کی دیت کیا ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا دس اونٹ۔ وہ بولی جاؤ اب فال اس بات پر نکالو کہ عبداللہ کو قربان کیا جائے یا دس اونٹوں کو۔ پھر اگر لڑکے کے نام کی فال نکلے تو دس اونٹ اور بڑھاؤ اور پھر فال نکل آئے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ تمھارا رب بیٹے کے بجائے اتنے اونٹوں کی قربانی پر راضی ہے۔ عرافہ کی یہ بات قبول کر کے سب مکے پلٹے اور فال نکالنی شروع کر دی ۱۰۔۲۰۔۳۰ حتیٰ کہ ۹۰ تک فال عبداللہ ہی کے نام نکلتی رہی آخر سو اونٹ پر پہنچ کر فال اونٹوں پر نکلی۔ قریش کے لوگوں نے کہا اب تو تمھارے رب کی رضا معلوم ہو گئی۔ عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹ ذبح کر دو۔ مگر عبدالمطلب نہ مانے اور انھوں نے کہا کہ میں تین دفعہ فال نکلواؤں گا۔ چنانچہ تین دفعہ پانسہ ڈالا گیا اور ہر مرتبہ اونٹوں پر ہی پانسہ پڑا۔ تب عبدالمطلب نے سو اونٹ ذبح کئے اور اذن عام دیدیا کہ آدمی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانور حتیٰ کہ درندہ بھی جتنا چاہے گوشت لے لے اس طرح ایک مرتبہ پھر آل ابراہیم علیہ السلام میں قربانی کا وہ واقعہ دہرایا گیا جو مکہ میں اسی مبارک خاندان کی آبادی کے آغاز کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اگرچہ روح اور معنیٰ کے اعتبار سے دونوں واقعات میں بڑا فرق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کارخانے کی حکمتیں عجیب ہیں آپ ﷺ کی بعثت کے لئے منصوبہ بند تیاریوں میں دوسرا موقع وہ تھا جب آپ ﷺ کے والد ماجد عبداللہ کو حکمت خداوندی کے تحت ایک سخت آزمائش سے گذرنا پڑا اور جس میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے بعد ہی عبداللہ اس قابل ہوئے کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کا ذریعہ بنے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کی قربانی نہ صرف ان کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے تعلق مضبوط کرتی ہے بلکہ سنت ابراہیمی کی اس ادائے گی سے حضرت عبداللہ کی قدر و منزلت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے کہ پہلے اس خاندان کے فرد اول کی قربانی کسی اور طرح مانگی گئی تھی۔ جسے عرب میں دین اسلام کی دعوت کا آغاز کرنا تھا۔ اب اس آخر نبی ﷺ کے والد کی عظیم قربانیوں کے نتیجے ہی میں آپ ﷺ کو (ابن الذبیحین) کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

اس موقع پر صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ حضرت عبداللہ اپنی زندگی میں کن کن آزمائشوں سے گذرے ہیں۔ اور ان تمام مراحل میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کر کے اور سنت ابراہیمی اپنے جد امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر یا ان کی ہمسری کر کے کتنی قدر و منزلت پائی ہے۔ تو کیا ان قربانیوں کے باوجود اللہ کے علم میں وہ دوزخی و نامراد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ جب حضور پاک ﷺ پیدا ہوئے تو اس سے پہلے ہی عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ اپنے عزیز ترین بیٹے کو دیکھ بھی نہ پائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ناممکن ہے کہ دیکھ نہ پائے۔ یہ قرآن کی دعا ہی سے پتہ چلتا ہے کہ دیکھا بھی۔ رحم کا برتاؤ بھی کیا وغیرہ وغیرہ۔ واضح کریں گے آگے چل کر۔

چند ضمنی باتیں

حضور اکرم ﷺ کے والدین کا خاتمہ بالخیر ہونے یا ان کے مومن ہونے سے متعلق درج بالا استدلال جس میں قرآن وحدیث سے مطابقت کے ساتھ ساتھ تحقیقی پہلو اور روایات کی چھان پھٹک کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد نہ تو اب آپ ﷺ کے والدین کے مومن ہونے میں کوئی شک وتردد باقی رہتا ہے اور نہ انھیں دوزخی یا مشرک قرار دینے کی کہیں کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اتنی مدلل پختہ اور از سرِ نو تحقیق شدہ بات کے علاوہ چند ایسے ضمنی اور فطری استدلال وشواہد بھی ہیں جن میں سے ہر دلیل اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کی حیثیت کیا تھی اور ان کا انجام خیر کے سوا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

حضور ﷺ کے ماں باپ کا قدرتی نام

آپ ﷺ کے والدین کے کفر وایمان پر بحث کرتے وقت یا ان کے خاتمہ پر رائے زنی کرتے وقت اگر ہم ان دونوں کے ناموں پر توجہ کریں تو یہ عجیب انکشاف ہوتا ہے کہ قبل اسلام عرب کے جہالت پرستانہ اور اخلاق وکردار سے عاری اس مشرکانہ معاشرت اور ماحول میں آپ ﷺ کے والد کا نام ''عبداللہ'' کیسے رکھا گیا۔ کیونکہ جس معاشرے اور ماحول میں ابوطالب اور ابولہب ناموں کو پسند کیا جاتا ہو وہاں عبداللہ جیسے نام کا کیونکر انتخاب عمل میں آ گیا۔ جو اول تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر نام ہے اور بعد میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی عبداللہ سے بہت سارے قدرتی وفطری معاملات منسوب ہو جاتے ہیں۔ اگر اس نکتے پر غور کیا جائے تو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کردہ نام تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو دخل اور انسانی دماغ اس حکمت کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر تھا دوسری طرف آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ”آمنہ“ بھی اسی نوعیت کا خالص قدرتی نام تھا جس کے معنیٰ میں یہ اہم بات پوشیدہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک بڑے مقصد کی تکمیل کے لئے فطری طور پر اس طرح کے نام رکھنے کی توفیق دے رہا ہے۔ لہٰذا یہی ایک بات آپ ﷺ کے والدین سے متعلق کسی قسم کا خیال ظاہر کرنے سے پہلے ہماری توجہ چاہتی ہے۔

عبداللہ نام کی خصوصیت

عبدالمطلب کے اور بھی لڑکے تھے لیکن ابوطالب وابولہب جیسے ناموں کے درمیان عبداللہ جیسا نام کیسے رکھ لیا؟ اس سلسلے میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال. قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ اَحَبَّ اسمائکم الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۰۷ باب الاسماء)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمھارے ناموں میں سے سب سے زیادہ محبوب نام اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔

آپ ﷺ کی والدۂ محترمہ حضرت آمنہ کا نام قرآن کی روشنی میں

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ۭ اِعْمَلُوْا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَاشِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (حٰمٓ سجدہ آیت ۴۰)

ترجمہ:۔ آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں ڈالا جائے یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہو۔ کرتے رہو جو کچھ تم چاہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو وہ خوب جانتا ہے۔ جس خاندان میں ہالہ جیسی بیٹیاں ہوں وہاں آمنہ جو دوزخ سے بچی ہوئی ہوں۔ کیسے نام آیا؟ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔

آیت میں مذکر کا صیغہ ہے آمنا اسی سے آمنہ مونث کا صیغہ بنالیں۔

فرشتے کی بشارت

یہ وہ موقع ہے جہاں اگر کامل توجہ نہ دی جائے تو آپ ﷺ کی والدہ کو کافرہ قرار دینے کا خیال کبھی ذہن میں نہیں آسکتا ہے۔ یہ بات مستند اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ جب آپ بطن مادر ہی میں تھے۔ اور آپ کی پیدائش کا مرحلہ قریب تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا تمھارے پیٹ میں پوری دنیا کا سردار ہے اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام (احمد) رکھنا اگر اس اہم واقعے کی طرف توجہ دی جائے تو صریح انداز میں آپ ﷺ کی والدہ کے ایمان و کفر سے متعلق فیصلہ کن بات سامنے آتی ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں کہیں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے کہ کسی کافر یا کافرہ کے پاس ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ بھیجا گیا ہو۔ لہٰذا جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی والدہ پر خصوصی فضل وکرم رہا کہ اس نے بچے کی پیدائش کی خوش خبری اور اس کے مقام ومرتبہ کی بشارت دیکر اس کا نام تجویز کرنے کی ہدایت دی، وہیں آپ ﷺ کی والدہ کی طرف ایک فرشتہ کا بھیجا جانا ان کی پاکبازی اور قدرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منزلت کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے۔ اور یہیں سے آپ ﷺ کی والدہ کے مومن ہونے کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبین تھا جبکہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ ابھی خمیر ہی تیار ہو رہا تھا میں آپ لوگوں کو اپنے معاملہ کی ابتداء بتلاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سے مراد ان کا یہ قول ہے:۔ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَد. اور والدہ ماجدہ نے حالت حمل میں یہ خواب دیکھا تھا کہ میرے بطن سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ (معارف القرآن، جلد اول، ص:٢٧٣)

ایک اور شہادت

واقعۂ اصحاب الفیل کے باون یا پچپن روز کے بعد آپ ﷺ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ماں نے ایام حمل ہی میں دیکھا تھا کہ فرشتے نے آ کر ان سے کہا کہ جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے اس کا نام احمد ہے اس لئے ماں نے آپ ﷺ کا نا احمد رکھا۔

عبدالمطلب نے اس پوتے کا نام محمد رکھا۔ ابوالفدا کی روایت کے موافق لوگوں نے تعجب کے ساتھ عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے خاندان کے مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نیا نام کیوں اختیار کیا؟ عبدالمطلب نے جواب دیا اس لئے کہ میرا پوتا دنیا بھر کی ستائش و تعریف کے شایان قرار پائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ کچھ آلائش نہ نکلی۔ جیسی کہ اور بچوں کے ساتھ بوقت پیدائش نکلتی ہے۔ نیز آپ ﷺ ماں کے پیٹ ہی سے مختون پیدا ہوئے تھے۔

حلیمہ نے دیکھا مختون تو انھوں نے سمجھا کہ اس لڑکے پر کسی جن وغیرہ کا کوئی اثر ہو گیا ہے۔ حضرت آمنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ نہیں کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ میرا یہ بیٹا دنیا میں عظیم الشان مرتبہ پانے اور غیر معمولی انسان بننے والا ہے، یہ ہر آفت اور ہر صدمے سے محفوظ رہے گا اور خدا تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا کیونکہ جب یہ میرے پیٹ میں تھا تو ایام حمل میں میں نے بہت سی بشارتیں خواب میں فرشتوں سے سنیں اور بہت سی کرامتیں اس کی دیکھی ہیں۔ (تاریخ الاسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۸۲)

خدائی تنبیہات

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (السجدہ:۲۱)

ترجمہ:۔ اس بڑے عذاب سے پہلے ہم اس دنیا میں کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزہ انھیں چکھاتے رہیں گے شاید کہ یہ اپنی باغیانہ روش سے باز آجائیں۔

تشریح! عذاب اکبر سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو کفر و فسق کی پاداش میں دیا جائے گا اس کے مقابلے میں عذاب ادنیٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد وہ تکلیفیں ہیں جو اس دنیا میں انسان کو پہنچتی ہیں۔ مثلاً افراد کی زندگی میں سخت بیماریاں اپنے عزیز ترین لوگوں کی موت، المناک حادثے، نقصانات، ناکامیابیاں وغیرہ۔ اور اجتماعی زندگی میں طوفان، زلزلے، سیلاب، وبائیں، قحط، فسادات، لڑائیاں اور دوسری بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سی بلائیں جو ہزاروں لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ان آفات کے نازل کرنے کی مصلحت یہ بیان کی گئی ہے کہ عذاب اکبر میں مبتلاء ہونے سے پہلے ہی لوگ ہوش میں آجائیں اور اس طرز فکر وعمل کو چھوڑ دیں جس کی پاداش میں آخر کار انھیں وہ عذاب بھگتنا پڑے گا۔دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالکل بخیریت ہی نہیں رکھا ہے کہ پورے آرام وسکون سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے اور آدمی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے۔کہ اس سے بالاتر کوئی طاقت نہیں ہے۔جو اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً افراد پر بھی اور قوموں اور ملکوں پر بھی ایسی آفات بھیجتا رہتا ہے جو اسے اپنی بے بسی کا اور اپنے سے بالا تر ایک ہمہ گیر سلطنت کی فرماں روائی کا احساس دلاتی ہیں یہ آفات ایک ایک شخص کو ایک ایک گروہ کو اور ایک ایک قوم کو یہ یاد دلاتی ہے کہ اوپر تمھاری قسمتوں کو کوئی اور کنٹرول کر رہا ہے۔سب کچھ تمھارے ہاتھ میں نہیں دیا گیا ہے۔اصلی طاقت اس کارفرمائے اقتدار کے ہاتھ میں ہے۔اس کی طرف سے جب کوئی آفت تمھارے اوپر آئے تو نہ تمھاری کوئی تدبیر اسے دفع کر سکتی ہے اور نہ کسی جن یا روح یا دیوی اور دیوتا یا نبی اور ولی سے مدد مانگ کر تم اس کو روک سکتے ہو۔اس لحاظ سے یہ آفات محض آفات نہیں ہیں بلکہ خدائی تنبیہات ہیں جو انسان کو حقیقت سے آگاہ کرنے اور اس کی غلط فہمیاں رفع کرنے کے لئے مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔ان سے سبق لے کر دنیا ہی میں آدمی اپنا عقیدہ اور عمل ٹھیک کر لے۔تو آخرت میں خدا کا بڑا عذاب دیکھنے کی نوبت ہی کیوں آئے۔ (تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۴۸، ۴۹)

خانہ کعبہ پر ابرہہ کا حملہ اہل مکہ اور قریش کے لئے تنبیہ تھی جس کے ذریعہ وہ توحید پر قائم ہو گئے دس سال تک توحید پر قائم رہے اور اسی مدت میں جو مر گئے وہ موحد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی رہے۔ یقینی طور پر آپ ﷺ کے ماں باپ دونوں کا اس مدت کے اندر انتقال ہوا اور دادا عبدالمطلب بھی اِسی مدت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

خانۂ کعبہ پر ابرہہ کا حملہ اور قریش کی توحید پرستی

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ قدرتی طور پر جو پیشگی منصوبہ بندیاں کر رہا تھا۔ ان میں ایک اہم چیز خانۂ کعبہ پر ابرہہ کا حملہ اور اس کے بعد کے واقعات ہیں۔ ابرہہ کے حملے کی مزید تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے یہاں یہ بات بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حکمت کے تحت اس حملے کو ذریعہ بنا کر آپ ﷺ کی پیدائش کے لئے ایک خصوصی انتظام کیا اور ایک خاص ماحول پیدا کیا۔ جب ابرہہ کے حملے کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے معجزاتی طور پر چڑیوں سے سنگ باری کروا کے اسے شکست فاش دی اس وقت قریش اور اہل مکہ کے دلوں سے ان بتوں کی عظمت اور عقیدت ختم ہوگئی اور دوسری طرف اللہ کی وحدانیت پر ان کا عقیدہ مضبوط ہوگیا اور اس وقت حال یہ ہوگیا کہ اہل قریش خالص توحید پر قائم ہوگئے۔

مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں اس اہم واقعے کی روایات یوں نقل کی ہے:

ابرہہ ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں ساٹھ ہزار فوج اور ۱۳ ہاتھی اور براویت بعض ۹ ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لے گیا۔ جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایلچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعہ سے اہل مکہ کو یہ پیغام دیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر ''کعبہ'' کو ڈھانے آیا ہوں۔ اگر تم نہ لڑو تو میں تمھاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کرونگا نیز اس نے اپنے ایلچی کو ہدایت کی کہ اہل مکہ اگر بات کرنا چاہیں تو ان کے سردار کو میرے پاس لے آنا۔ مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہونچایا۔ انھوں نے کہا ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

(یہ اللہ کا گھر ہے اللہ چاہے گا تو اپنے گھر کو بچائے گا) ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہ اور شاندار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لئے گئے ہیں وہ مجھے واپس دیدیئے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا مگر آپ کی اس بات نے آپ کو میری نظروں سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپکا اور آپ کے دین آبائی کا مرجع ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا میں تو اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انھیں کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں رہا یہ گھر (تو اس کا ایک رب ہے وہ اس کی حفاظت خود کریگا) ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا آپ جانیں اور وہ جانے۔ یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ کی لشکر گاہ سے واپس آ کر عبدالمطلب نے قریش والوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تا کہ ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قتل عام نہ ہو جائے۔ پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم میں حاضر ہوئے اور کعبے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر انھوں نے (اللہ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرمائے) اس وقت خانۂ کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے مگر یہ لوگ اس نازک گھڑی میں ان سب کو بھول گئے اور انھوں نے صرف (اللہ کے آگے دست سوال پھیلایا) ان کی جو دعائیں تاریخوں میں منقول ہوئی ہیں ان میں اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں پایا جاتا۔ ابن ہشام نے سیرت میں عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

اللھم ان العبد یمنع رحلہ فامنع رحالک

خدایا بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

لایغلبن صلیبھم و محالھم غداً محالک.

کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے

ان کنت تارکھم و قبلتنا فامر مابدا لک.

اگر تو ان کو اور ہمارے قبیلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر۔

میلی نے روض الانف میں اس سلسلے کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے۔

وانصر علیٰ آل الصلیب وعا بدیہ الیوم آلک.

صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما

ابن جریر نے عبدالمطلب کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں جو اس موقع پر دعا مانگتے ہوئے انھوں نے پڑھے تھے۔

یارب لا ارجو لھم سواکا یارب فامنع منھم حماکا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے میرے رب تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔
اے میرے رب ان سے اپنے حرم کی حفاظت کر۔

ان عدو البیت من عاداکا امنعھم ان یخربوا قراکا

اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک۔

یہ دعائیں مانگ کر عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے اور دوسرے روز ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ مگر اس کا خاص ہاتھی محمود جو آگے آگے تھا یکا یک بیٹھ گیا۔ اس کو بہت تیر مارے گئے آنکسول سے کچوکے دیئے گئے۔ یہاں تک کہ اسے زخمی کر دیا گیا مگر وہ نہ ہلا۔ اسے جنوب شمال۔ مشرق کی طرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دوڑنے لگتا۔ مگر مکے کی طرف موڑا جاتا تو وہ فوراً بیٹھ جاتا اور کسی طرح آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگ ریزے لئے ہوئے آئے اور انھوں نے اس لشکر پر اس سنگریزوں کی بارش کر دی۔ جس پر بھی یہ کنکر گرتے اس کا جسم گلنا شروع ہو جاتا۔ محمد بن اسحٰق اور عکرمہ کی روایت ہے کہ جس پر کوئی کنکری گرتی اسے سخت کھجلی لاحق ہو جاتی۔ اور کھجاتے ہی جلد پھٹتی اور گوشت جھڑنا شروع ہو جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ گوشت اور خون پانی کی طرح بہنے لگتا اور ہڈیاں نکل آتیں۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا اور جہاں سے کوئی ٹکڑا گرتا وہاں سے پیپ اور لہو بہنے لگتا۔ افراتفری میں لوگوں نے یمن کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ نفیل بن حبیب خثعمی کو جسے یہ لوگ بدرقہ بنا کر بلاد خثعم سے پکڑ لائے تھے تلاش کر کے انھوں نے کہا کہ واپسی کا راستہ بتائے مگر اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

این المفر من الاله الطالب والا شرم المغلوب لیس الغالب

اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے جبکہ خدا تعاقب کر رہا ہے اور نکٹا ابرہہ مغلوب ہے غالب نہیں ہے۔

اس بھگدڑ میں جگہ جگہ یہ لوگ گر گر کر مرتے رہے۔ عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ سب کے سب اسی وقت ہلاک نہیں ہو گئے بلکہ کچھ تو وہیں ہلاک ہوئے اور کچھ بھاگتے ہوئے راستے بھر گرتے چلے گئے۔ ابرہہ بھی بلا دخثعم پہونچ کر مرا۔

نفیل بن حبیب کے جو اشعار ابن اسحاق نے نقل کئے ہیں ان میں وہ اس واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے۔

ردینہ لو رایت ولا ترینہ لدیٰ جنب المحصب ما راینا

اے ردینہ کاش تو دیکھتی اور تو نہیں دیکھ سکے گی جو کچھ ہم نے وادی محصب کے قریب دیکھا۔

حمدتُ اللہ اذ ابصرتُ طیراً وخفت حجارۃ تلقیٰ علینا

میں نے اللہ کا شکر کیا جب میں نے پرندوں کو دیکھا اور مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں پتھر ہم پر نہ آپڑیں۔

وکل القوم یسأل عن نفیل کان علّی للحبشان دینا

ان لوگوں میں سے ہر ایک نفیل کو ڈھونڈ رہا تھا گویا کہ میرے اوپر حبشیوں کا کوئی قرض آتا تھا۔

یہ اتنا بڑا واقعہ تھا جس کی تمام عرب میں شہرت ہو گئی اور اس پر بہت سے شعراء نے قصائد کہے۔ ان قصائد میں یہ بات بالکل نمایاں ہے کہ سب نے اسے اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدرت کا اعجاز قرار دیا اور کہیں اشارۃً و کنایۃً بھی یہ نہیں کہا کہ اس میں ان بتوں کا دخل تھا جو کعبہ میں پوجے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر عبداللہ ابن الزبعری کہتا ہے۔

ستون الفالم یؤ بوا ارضهم ولم یعش بعد الایاب سقیمهم

۶۰ ہزار تھے جو اپنی سرزمین کی طرف واپس نہ جا سکے اور نہ واپس ہونے کے بعد ان کا بیمار ابر بہ زندہ رہا۔

کانت بها عاد وجرهم قبلهم واللہ من فوق العباد یقیمهم

یہاں ان سے پہلے عاد اور جرہم تھے۔ اور اللہ بندوں کے اوپر موجود ہے جو اسے قائم رکھے ہوئے ہے۔

ابو قیسی بن اسلت کہتا ہے

فقوموا فصلوا ربکم وتمسحوا بار کان هذا البیت بین الاخاشب

اٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور مکہ و منیٰ کی پہاڑیوں کے درمیان بیت اللہ کے کونوں کو مسح کرو۔

فلما اتاکم نصر ذی العرش ردّهم جنو د الملیک بین ساف وصاحب

جب عرش والے کی مدد تمھیں پہونچی تو اس بادشاہ کے لشکروں نے ان لوگوں کو اس حال میں پھیر دیا کہ کوئی خاک میں پڑا تھا اور کوئی سنگسار کیا ہوا تھا۔

یہی نہیں بلکہ حضرت ام ہانی اور حضرت زبیر بن العوام ﷺ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریش نے ۱۰ سال اور بروایت بعض سات سال تک اللہ وحدہٗ لا شریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کی۔ ام ہانی کی روایت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی کتب حدیث میں نقل کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیر ﷺ کا بیان طبرانی اور مردویہ اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کی تائید مزید حضرت سعید بن المسیب ﷺ کی اس مرسل روایت سے ہوتی ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے۔

کہ جس سال یہ واقعہ پیش آیا۔ اہل عرب اسے عام الفیل (ہاتھیوں کا سال) کہتے ہیں اور اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ محدثین اور مؤرخین کا اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا۔ اور حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ اکثریت یہ کہتی ہے کہ آپ کی ولادت واقعہ فیل کے ۵۰ دن بعد ہوئی۔

جو تاریخی تفصیلات اوپر درج کی گئی ہیں ان کو نگاہ میں رکھ کر سورۂ فیل پر غور کیا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس سورہ میں اس قدر اختصار کے ساتھ صرف اصحاب الفیل پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر کر دینے پر کیوں اکتفا کیا گیا ہے۔ واقعہ کچھ بہت پرانا نہ تھا مکے کا بچہ بچہ اس کو جانتا تھا۔ عرب کے لوگ عام طور پر اس سے واقف تھے۔ عام اہل عرب اس بات کے قائل تھے کہ ابرہہ کے اس حملے سے کعبے کی حفاظت کسی دیوی یا دیوتا نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اللہ ہی سے قریش کے سرداروں نے مدد کے لئے دعائیں مانگی تھیں۔ اور چند سال تک قریش کے لوگ اس واقعہ سے اس قدر متاثر رہے تھے کہ انھوں نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی تھی۔ اس لئے سورہ فیل میں ان تفصیلات کے ذکر کی حاجت نہ تھی۔ بلکہ صرف اس واقعے کو یاد دلانا کافی تھا۔ تاکہ قریش کے لوگ خصوصاً اور اہل عرب عموماً اپنے دلوں میں اس بات پر غور کریں کہ محمد ﷺ جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ آخر اس کے سوا اور کیا ہے کہ تمام دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے۔ نیز یہ بھی سوچ لیں کہ اگر اس دعوت حق کو دبانے کے لئے انھوں نے زور زبردستی سے کام لیا تو جس خدا نے اصحاب الفیل کو تہس نہس کیا تھا اسی کے غضب میں وہ گرفتار ہوں گے۔ (تفہیم القرآن جلد ششم ص ۴۹۶ تا ۴۶۴)

مسجد نبوی کی تعمیر نو

ولید الموسیٰ نے ۸۸ھ میں مسجد نبوی کو نئے سرے سے بنوانے کا فیصلہ کیا چنانچہ اس نے ایک طرف اپنے مکہ و مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ مسجد کے اردگرد کے مکان خرید لئے جائیں اور جو اپنا مکان بیچنے سے انکار کرے اس کا مکان گرا دیا جائے اور اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔

دوسری طرف قیصر روم کو لکھ کر چند ماہر معمار اور رنگین پتھر منگوائے کام کا آغاز ۸۸ھ میں ہی کر دیا گیا جو ۹۱ھ میں اختتام پذیر ہوا۔ اس بار مشرق و مغرب میں قدرے توسیع کی گئی اور امہات المومنین کے حجرے اور آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کو مسجد میں شامل کیا گیا۔ اس کی دیواروں کو رنگ برنگ کے پتھروں اور سنگ مرمر سے مزین کیا گیا۔ اس کی چھت دیوار کے درخت سے بنائی گئی۔ اور اس پر سونے کے پانی سے قلعی کی گئی۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک دن جب مسجد میں رومی معماروں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا تو ایک معمار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج مسلمانوں کے نبی کی قبر پر پیشاب کرونگا۔ اس کے ساتھیوں نے بہت منع کیا لیکن وہ اپنے ارادے سے باز نہیں آیا۔ چنانچہ جوں ہی اس نے پیشاب کرنا چاہا زمین پر اس بری طرح سے آرہا کہ اس کا بھیجا پاش پاش ہو گیا اور مر گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ دیکھ کر دوسرے رومی معمار مسلمان ہو گئے۔

ایک رومی کے عذاب کو دیکھ کر سارے رومی معمار مسلمان ہو گئے تو پھر کیا اصحاب الفیل کا حشر دیکھ کر اہل عرب و قریش کا موحد ہونا یقینی و لازمی نہیں ہے۔ اور پھر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ ہی بچی رہ جائیں گی موحدہ ہونے سے۔

زید بن عمرو.....ایک شخص ایک امت

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں زمانۂ جاہلیت کے ان تمام لوگوں کا ذکر ملتا ہے جنھوں نے کسی نبی اور صالح تعلیم کی عدم موجودگی میں فطرت سلیم سے رہنمائی حاصل کر کے شرک و بت پرستی سے بیزاری ظاہر کی تھی اور خالص توحید کی جستجو میں لگے رہے تھے۔ انھی میں سے ایک شخص زید بن عمرو بن نفیل بھی ہے، جو اس دور جاہلیت میں بت پرستی سے بیزار ہو کر گم گشتہ، دین ابراہیمی کے سراغ میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ اور اسی تلاش و جستجو کی حالت میں اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ ہمیں ذیل کی روایات سے ہوتا ہے زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زمانۂ اسلام میں آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم زید کے لئے دعائے مغفرت کر سکتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں۔ فانہ یبعث وحدہ امۃ۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ایک مستقل جداگانہ امت کی حیثیت سے کھڑا کرے گا۔ (محسن انسانیت نعیم صدیقی ص ۱۴۳)

ایک ایسے شخص کے لئے جس کے ایمان کی نہ تو کسی ذرائع سے تصدیق ہوتی ہے اور نہ اس پر کسی قسم کی حجت پوری ہوتی ہے بلکہ وہ اپنی طبیعت سے کفر و شرک سے بیزاری ظاہر کر کے حق کی تلاش میں نکلتا ہے اس کے لئے آپ ﷺ کا (ایک امت) کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الفاظ ادا کرنا اسے آخرت میں ایک مستقل اور جداگانہ امت قرار دینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کی نبوت سے قبل جب نہ تو دین ابراہیمی میں سے کوئی قابل عمل طریقہ موجود تھا اور نہ کسی نبی یا رسول کی صحیح اور بلا تحریف تعلیمات موجود تھیں۔ ان حالات میں ایک شخص کا خالص توحید پر کاربند رہنا توحید کے علم کے حصول میں سرگرداں رہنا ہی اس کے مومن ہونے کا بین ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے عظیم مقام و مرتبہ کے مستحق قرار دیئے جانے کے لئے کافی ہے۔ اگر زید بن عمرو کے حالات اس کے انجام اور آخرت میں اس کے مقام بلند کے پس منظر میں آپ ﷺ کے والدین اور ان افراد کا جائزہ لیں جو اس دس سالہ مدت میں وفات پاتے ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ سے متعلق واضح تصور ابھرتا ہے اور انھیں کافر قرار دیئے جانے سے متعلق ہر قسم کے خیال کی نفی ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کی ولادت اور آپ ﷺ کے والدین کی وفات

ابرہہ کے حملے کے بعد اہل قریش کا خالص توحید پرستی اختیار کر لینا اور سات یا دس برس تک اس ماحول کو قائم رکھ کر اپنی عبادات کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دینا ایک ایسا واقعہ ہے جو آج بھی قریش کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتا ہے۔ اہل مکہ میں توحید پرستی کا ماحول ہونا اہل قریش کا تمام بتوں سے گریزاں ہونا اور پھر اس ماحول میں آپ ﷺ کی ولادت یہ تمام چیزیں ایک قدرتی انتظام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جس کا مقصد آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی مناسبت سے آپ ﷺ کی ولادت کے لئے ایک روح پرور اور ایمان افروز ماحول مہیا کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر مستند روایات سے آپ ﷺ کی پیدائش کا جو سن و سال برآمد ہوتا ہے اس میں واضح طور پر ابرہہ کے حملے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ہی آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارک سے متعلق ان معتبر روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابرہہ کے حملے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کا خالص توحید پرستی کا جو ماحول بنایا تھا اور جو تقریباً دس سال تک قائم رہا اسی ماحول میں اصحاب الفیل کے پچاس دن بعد آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اس طرح یہاں یہ بات فیصلہ کن انداز میں روشن ہوگئی کہ آپ ﷺ کی ولادت خالص توحید پرستی کے ماحول میں ہوئی تھی۔ اور یہ ماحول خود اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا خدائی ماحول تھا۔

دوسری طرف جب ہم آپ ﷺ کی وفات کے سن وسال سے متعلق تحقیق کرتے ہیں تو یہ حیرت انگیز انکشافات ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے مکہ میں جو خالص توحید کا ماحول قائم کر دیا تھا اور جو معتبر روایات کی رو سے دس سال تک جاری رہا اسی ماحول میں آپ ﷺ کے والدین انتقال فرما گئے۔ جس سے ان کے خاتمہ بالخیر کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایک طرف جہاں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے سن وسال سے متعلق ہمارے یہاں اتفاق پایا جاتا ہے وہیں دوسری طرف آپ ﷺ کے والد ماجد قابل گرفت اور مجرم قرار نہیں دیئے جاسکتے ہیں کیونکہ قرآن کے اشارے اور معتبر و مستند روایات سے ہر جگہ یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کا انتقال آپ کی نبوت سے بہت قبل اس ماحول میں ہوا تھا جب اہل مکہ نے بت پرستی ترک کر دی تھی اور وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے قائل ہو گئے تھے اور اسی پر عمل پیرا تھے۔ اس وقت نہ تو کسی سابقہ نبی کی واضح تعلیمات واحکام موجود تھے اور نہ دین اسلام کا کوئی واضح تصور موجود تھا۔ بلکہ خوش قسمتی سے ان کو ایک توحید پرستانہ ماحول میسر آیا تھا۔ قرآن بھی اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ آپ کے والدین اس وقت موجود نہ تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب آپ کو نبوت عطا کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا۔

قرآن کا حکم یوں ہے:۔ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

اگر والدین زندہ ہوتے تو خدا تعالیٰ ان کو یوں کہتا ہے:۔ اَنْذِرْ لِوَالِدَیْکَ۔

لیکن قرآن میں کسی بھی نبی کو اپنے ماں باپ کے لئے افہام وتفہیم نہیں ہے۔ حتیٰ کہ یعقوب علیہ السلام کی موجودگی میں یوسف علیہ السلام کیلئے بھی نہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جس کسی گوشے سے آپ ﷺ کے والدین کے متعلق تحقیق کی جائے ہر جگہ سے خوش آئند نتائج برآمد ہوتے ہیں اور کسی گوشے سے بھی یہ اشارہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے یا انھیں آپ ﷺ کی دعوت پہونچی ہے اور انھوں نے اس کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہو۔ بلکہ ہر جگہ ان کے خاتمہ بالخیر ہی سے متعلق شواہد اور تفصیلات ملتی ہیں۔ پھر اسی ضمن میں ہم آپ کی زندگی کے مختلف اوقات اور آپ ﷺ کے طرز عمل پر توجہ کرتے ہیں تو اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وقفے وقفے سے کہیں مخفی اشارات اور در پردہ دعائیں تو کہیں واضح اشارات وہدایات کے ذریعے یہ اطمینان دلا رکھا تھا کہ آپ ﷺ کے والدین کا خاتمہ ایمان پر ہوا تھا اور اللہ کے علم میں وہ مومن رہے ہیں۔ ہمارے یہاں اس خیال کی تصدیق قرآن کے ان اشارات اور دعاؤں سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ کو اپنے والدین کے لئے رحم کی دعا کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

قرآن کا یہ مقام صریح انداز میں آپ ﷺ کے لئے اس حکم کی تصدیق کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْراً ۔ یہاں یہ دعا کے الفاظ صراحت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین کے ان احسانات کا حوالہ دے کر جوان دونوں نے بچپن میں آپ ﷺ کی تربیت کر کے آپ ﷺ پر کیا تھا۔ آپ ﷺ کو ان دونوں کے لئے رحم اور مغفرت کی دعا کی تلقین کی جارہی ہے ظاہر ہے کسی کافر کے لئے رحم کی دعا کا کہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں نص قرآن اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے علم میں آپ ﷺ کے والدین مومن رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تثنیہ کا صیغہ استعمال کر کے آپ ﷺ کی رحم کی دعا کو ان دونوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ایک طرف جہاں آپ ﷺ کو اپنے والدین کے لئے دعا کا حکم دے کر ان کے خاتمہ بالخیر سے متعلق اطمینان دلا دیا گیا وہیں دوسری طرف آپ کو مسلسل ان لوگوں کے حال کا بھی احساس ہوتا رہتا تھا جنھیں آپ ﷺ کے والدین ہی کی طرح آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا تھا اور وہ بھی ان دونوں کی طرح اسی طرح سات یا دس سالہ مدت میں انتقال کر گئے تھے جو مکہ میں خالص توحید پرستی کا زمانہ تھا۔ جس میں آپ ﷺ کے والدین اور دادا کے ساتھ ساتھ اقرباء اور عوام شامل تھے۔ اس طرح انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جہاں آپ ﷺ کو اپنے والدین کے لئے رحم و مغفرت کے لئے خصوصی دعا کا حکم دیا گیا تھا وہیں ان دیگر افراد کی بھی دادرسی کی جاتی جو اس خالص ماحول میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ لہٰذا اپنے عظیم ترین نبی کے اس احساس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو رحم کی ایک ایسی دعا سکھائی جس کا کوئی خاص مفعول نہ تھا بلکہ اس کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہوتا ہے جو اللہ کے علم میں مومن ہو کر مرے ہوں۔

قرآن کے الفاظ یوں ہیں۔ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی درج بالا آیت پر غور کرنے سے یہ حیرت انگیز بات اجاگر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو کسی کے لئے مخصوص نہ کر کے اور اس کا مفعول متعین نہ کر کے اسے عام کر دیا ہے وہیں اس میں ایک اہم بات پوشیدہ کر دی ہے۔

ہمارے یہاں تفسیر قرآن کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جہاں بھی کوئی مفعول نہ ہو وہاں اس بات کو کسی خاص پس منظر یا کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہ کر کے اسے عام گردانا جائے یہاں دعا کے الفاظ میں کسی مفعول کے متعین نہ ہونے کے پس پردہ یہی بات پوشیدہ ہے کہ اس دعا کا اطلاق کسی خاص شخص کسی خاص جماعت اور کسی خاص عہد اور زمانہ کے افراد کے لئے نہ ہو کر اس رحم و مغفرت کی دعا کے وہ تمام افراد مستحق ہیں جو کسی دور میں بھی اللہ اور اس کے رسول کے علم میں مومن رہے ہوں اس طرح یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے والدین کے ساتھ ساتھ ان تمام مومنین کے لئے بھی رحم و مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے جن کے ایمان کا اظہار اگر چہ دنیا کی محدود نظروں تک نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی کسی وجہ سے انھیں اپنے ایمان کے اظہار کا موقع میسر آیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ کے علم میں ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا تھا۔ یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ جب کسی نبی کی بعثت نہیں ہوئی اور واضح تعلیمات اور احکامات موجود نہیں ہوتے تو اس صورت میں خالص توحید ہی پر ایمان رکھنا کسی کے مومن ہونے کی علامت ہوتی ہے جسکی تصدیق قرآن و حدیث کے کئی مقامات سے ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے والدین کا توحید پر خاتمہ

درج بالا سطور میں مختلف حالات واقعات کے پس منظر اور مختلف ابواب و روایات کی از سر نو تحقیق کے بعد یہ بات ہر لحاظ سے اجاگر ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی پیدائش کے لئے سب سے اہم انتظام یہ کیا تھا کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ہی مکہ کے ماحول کو ایک مدت کے لئے بت پرستی سے پاک کر کے اہل قریش کو خالص توحید پر قائم کر دیا تھا پھر یہ بات بھی درج بالا سطور سے واضح ہوگئی کہ اس مخلصانہ اور موحدانہ ماحول میں آپ ﷺ کی ولادت مبارک ہوتی ہے اور آپ ﷺ کے والدین کی وفات عمل میں آتی ہے۔ اس طرح جہاں قدرتی طور پر آپ ﷺ کی ولادت کے لئے وہ ماحول ترتیب دیا گیا تھا وہیں حکمت ایزدی میں آپ کے والدین پر احسان کر کے ان کا خاتمہ بالخیر بھی شامل تھا۔

اب اگر حالات واقعات معتبر روایات یہ ثابت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین کا خاتمہ ایک توحید پرستانہ ماحول میں ہوا تھا تو ہم کس بنیاد پر ان کو کافر قرار دے سکتے ہیں اور اس کے لئے ہمارے پاس ایسی کون سی سند موجود ہے جو ان تمام تحقیق شدہ باتوں کی نفی کرتی ہو۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آپ ﷺ کے والدین کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے دادا اور دیگر اہل مکہ بھی جو اس دس سالہ مدت میں وفات پا چکے تھے اور ان کی موت بھی اسی توحید پرستانہ ماحول میں ہوئی تھی ان کے ایمان و کفر کا فیصلہ کرتے وقت بھی ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے کی دوسری انتہائی اہم دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو آپ ﷺ کے والدین کو آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ دکھایا جیسا کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو دکھایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر نہ آپ ﷺ کی دعوت اور نہ ان پر حجت پوری ہوئی جس سے انکار کی صورت میں ان پر گرفت ہوتی اور وہ مجرم قرار پاتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص انتظام کے ذریعہ اپنے جلیل القدر نبی کے والدین پر یہ خاص احسان فرمایا کہ ان کے خاتمے کے وقت مکہ کے ماحول کو ایک مدت کے لئے خالص توحید پرستانہ بنا دیا۔ جس میں اول تو حضور ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی۔ اور دوسری طرف آپ ﷺ کے والدین کی وفات بھی ہوئی نہ تو ان پر حجت پوری کرنے کا موقع رہا اور نہ ہی اپنے عزیز بیٹے کو منصب نبوت پر دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کبھی یہ اصول نہیں رہا ہے کہ کسی وقت میں اللہ کا کوئی رسول یا نبی تو موجود نہ ہو اور نہ ہی اس کی تعلیمات واضح اور کتاب کی صورت میں موجود ہوں لیکن اس عہد یا اس دور کے لوگوں کی اس طرح باز پرس کی جائے جس طرح ان لوگوں کی جو رسول ﷺ کی بعثت اور واضح تعلیمات واحکامات کا صاف طور پر انکار کرتے ہیں اس طرح آپ ﷺ کے والدین (والد ماجد کی وفات سے متعلق کسی خاطر خواہ تحقیق کے منظر عام پر نہ آنے اور بعض روایات کی چھان پھٹک نہ کرنے اور قرآن و حدیث کے اس متعلق مقامات سے مکمل مطابقت پیدا کر کے کسی تحقیقی نتیجہ پر نہ پہونچنے کے باعث آج بھی حضرت عبداللہ کی وفات سے متعلق ہمارے یہاں کوئی قطعی اور فیصلہ کن بات نہیں ملتی یہ معاملہ ہنوز تحقیق طلب محسوس ہوتا ہے) البتہ سردست عبداللہ کی وفات پر تحقیقی نظر ڈالنے سے قبل حضرت آمنہ کی وفات کے معاملے کو پیش کیا جاتا ہے جس پر نہ صرف یہ کہ ہمارے یہاں اتفاق ہے بلکہ اس کا سن وسال بھی معروف ومشہور ہے۔

تمام معتبر روایات میں آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کی یوں تفصیلات ملتی ہیں۔

ابن سعد اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ چھ سال کے تھے اور ابن حزم اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن القیم کا بیان ہے کہ ابھی ساتواں سال آپ ﷺ کا پورا نہ ہوا تھا کہ بی بی آمنہ آپ ﷺ کی پردادی (جناب عبدالمطلب کی والدہ) کے خاندان بنی عدی بن نجار سے ملانے کے لئے آپ ﷺ کو ام ایمن کے ساتھ مدینہ لے گئیں اور ایک مہینہ تک وہیں رہیں۔ انھوں نے وہ مکان آپ ﷺ کو دکھایا جہاں آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تھا اور وہ جگہ دکھائی جہاں وہ مدفون تھے اس کے بعد جب آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو لے کر مکہ روانہ ہوئیں تو ابواء کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں وہ مدفون ہوئیں۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات سے متعلق جمہور محدثین و مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال سے کچھ زیادہ تھی تو سفر مدینہ سے واپسی پر ابواء کے مقام پر سخت بخار چڑھا اور ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال اس دس سالہ مدت کے اندر ہوا تھا۔ جس میں اہل قریش نے بت پرستی ترک کر کے خالص توحید پرستی اختیار کر لی تھی۔ اور مکہ کے توحید پرستانہ ماحول کی آمنہ ایک فرد تھیں لہٰذا اتنی صراحت کے بعد کس دلیل کی بنا پر یہ بات کہی جاتی ہے (کہی جا سکتی ہے؟) کہ ان کا خاتمہ شرک پر ہوا تھا۔

دوسری طرف آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات سے متعلق ہمارے یہاں کوئی واضح اور قابل ذکر تحقیق کا فقدان ہے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سے متعلق جس قدر بات واضح انداز میں کہی جاتی ہے عبداللہ کے متعلق اسی قدر مبہم متضاد اور مختلف آراء ہمارے یہاں پائی جاتی ہے۔ آج تک عبداللہ کی وفات کا سن و سال معلوم کرنے کی سنجیدہ کوشش کسی تحقیقی نقطۂ نظر سے منظر عام پر نہ آسکی۔ اگرچہ بعض لوگ قرآن کی کسی آیت سے استدلال کر کے حضرت عبداللہ کی وفات کی تاریخ متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن جہاں اس میں قرآن کے دیگر مقامات سے مطابقت ملحوظ نہ رکھنے کا احساس ہوتا ہے وہیں دوسری طرف اس رائے میں تحقیق سے صرف نظر کر کے کسی مفروضے کی بنا پر اس طرح کی خیال آرائی کئے جانے کا ادراک بھی ہوتا ہے۔

سیرت کی ایک اہم کتاب ''سیرت سرور عالمؐ'' میں مولانا مودودیؒ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کا انتقال اس وقت ہوا تھا جب آپ بطن مادر ہی میں تھے اپنی اس بات کے حق میں موصوف قرآن سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ اپنے اس خیال کو ثابت کرتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں۔ یہ صحیح ترین روایت ہے جسے اہل علم نے تسلیم کیا ہے، ورنہ کسی روایت میں یہ ہے کہ ان کا انتقال اس وقت ہوا جب رسول اللہ ﷺ اٹھائیس مہینے کے تھے۔ کسی میں سات مہینے اور کسی میں دو مہینے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن معتبر اور مسلم یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اسی چیز کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے؟

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی (الضحیٰ:۶)

اے نبی! کیا ہم نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا (سیرت سرور عالم ص ۹۰)

حضرت عبداللہ کی وفات سے متعلق مولانا مودودیؒ کی درج بالا وضاحت پر غور کرنے سے یہ بات روشن ہوتی ہے کہ موصوف نے اس اہم معاملے میں اتنی چھان پھٹک اور تحقیق نہیں کی جتنا کہ اس کا حق تھا۔ دوسرے یہ کہ مولانا محترم اس معاملے پر خیال زنی کرتے وقت اپنے ذہن کو اس خیال سے خالی نہ کر سکے جس میں آپ ﷺ کے والد ماجد کو کافر قرار دیئے جانے کے لئے ان کے انتقال کی وہ روایت بیان کی جاتی ہے جو آپ ﷺ کے اس وقت بطن مادر ہی میں ہونے کی صراحت کرتی ہے اگر چہ عبداللہ کی وفات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی متعدد اور متضاد روایات موصوف نے بھی تحریر کی ہیں لیکن اپنے خیال کی پیروی میں نہ صرف یہ کہ موصوف دیگر روایتوں کو یک لخت نظر انداز کر دیتے ہیں بلکہ اپنے خیال کو مستحکم بنانے کے لئے قرآن سے ایک دلیل بھی لاتے ہیں۔ موصوف کی یہ دلیل کہ قرآن میں آپ ﷺ کے لئے یتیم کے لفظ کا استعمال یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات اس وقت ہوئی تھی جب آپ ﷺ بطن مادر ہی میں تھے، اپنے آپ میں محل نظر ہے کیونکہ گراں قدر کوشش کے باوجود کہیں بھی قرآن کی محولہ دلیل اس خیال کی تصدیق نہیں کرتی بلکہ یہاں یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ قرآن میں آپ ﷺ کو یتیم کہہ دینے سے یہ قطعی لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل آپ ﷺ کے والد انتقال فرما چکے تھے۔ کیونکہ بصراحت لغت لفظ یتیم کا اطلاق صرف اس بچہ پر نہیں ہوتا جس کا باپ ولادت سے قبل انتقال کر جائے بلکہ اس بچہ کو بھی یتیم گردانا جائے گا جو ابھی باشعور یا جوان نہ ہوا ہو اور اس کا باپ وفات پا جائے۔ لہٰذا قرآن کی محولہ آیت سے آپ ﷺ کو یتیم جان کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ آپ کی پیدائش سے قبل ہی حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا تو بات پوری نہیں ہوتی۔ اور نہ عبداللہ کا سن یا وقت وفات متعین کیا جاسکتا ہے بلکہ لفظ یتیم سے استدلال کرنے میں وہ روایتیں صادق آتی ہیں جس میں عبداللہ کی وفات کا وہ وقت بتایا جاتا ہے جب آپ ﷺ اٹھائیس مہینے چھ مہینے یا دو مہینے کے تھے۔ کیونکہ اگر عبداللہ ان میں سے کسی بھی مدت میں انتقال کر چکے تھے تو ہر روایت سے آپ ﷺ کا یتیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اب قرآن کا وہ استدلال بھی محل نظر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ البتہ یہاں مولانا کے اس آیت کے ترجمہ کا محل نظر ہونا برقرار رہتا ہے کیونکہ موصوف نے آزاد ترجمانی کرتے ہوئے ضمیر غائب کا ترجمہ جمع متکلم کا کیا ہے اس کے برعکس حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ کی وفات سے متعلق متذکرہ بالا تمام روایتوں کو ذہن میں رکھ کر قرآن کی درج ذیل آیت کو بطور استدلال لایا جائے تو نہ صرف واضح الفاظ میں اس خیال کی نفی ہوتی ہے کہ عبداللہ کا انتقال آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل ہو چکا تھا بلکہ قرآن کے الفاظ صریح انداز میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارک کے بعد ہی آپ ﷺ کے والد کا انتقال ہوا تھا۔ اب اسے آپ ﷺ کی ولادت کے بعد اٹھائیس مہینے قرار دیا جائے یا چھ مہینے تصور کیا جائے یا دو مہینے۔

مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن جلد ششم میں لکھا ہے

عبداللہ غزوہ سے واپسی میں مدینہ میں رہے اور بیمار رہے۔ (دار النابغۃ الجعدی) میں دفن کر دیئے گئے۔ حارث کے پہونچنے کے پہلے عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ صحیح ترین روایت ہے جسے عموماً اہل علم نے تسلیم کیا ہے ورنہ کسی میں یہ ہے کہ ان کا انتقال اس وقت ہوا جب رسول اللہ ﷺ اٹھائیس مہینے کے تھے کسی میں سات مہینے اور کسی میں دو مہینے بھی بیان کئے گے ہیں۔ لیکن معتبر اور مسلم یہی ہے کہ حضور ﷺ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اسی چیز کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی.

اے نبی! کیا ہم نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا۔

کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ فراہم کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان پیدائش آنحضرت ﷺ

حضرت محمد ﷺ حکومت کسریٰ کے ۴۰ میں تولد ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔ اور والدہ شریفہ کا نام آمنہ تھا جو وہب بن مناف کی بیٹی تھیں۔ حلیمہ سعدیہ نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا۔ وہ حضرت کی رضاعی ماں تھیں۔

جس وقت دو مہینے کے ہوئے آپ ﷺ کے والد عبداللہ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب واقعۂ فیل سے آٹھ برس بعد وفات پا گئے۔ آپ ﷺ کی عمر شریف اس وقت سات برس کی تھی۔

یہیں سے بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ عبدالمطلب آپ ﷺ کے دادا بھی اسی دس سالہ توحید پرستانہ ماحول میں ان کا انتقال ہوا اور بت پرستی سے سخت متنفر تھے۔ ایسا توحید پرست شاید کوئی دوسرا نہ رہا ہو۔

۱۔ بارہویں تاریخ ربیع الاول کی اسی سال میں جسمیں قصہ اصحاب الفیل ہوا تھا بروز دوشنبہ وقت صبح صادق آپ ﷺ نے تولد فرمایا اور یہ سن عیسوی کے ۱۰/اپریل ۵۷۱ء تھا۔ ۱۲/مترجم

۲۔ محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اول سات روز حضرت کی والدہ شریفہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، بعد ازاں ثویبہ نے پلایا اور اس کے بعد حلیمہ نے دودھ پلایا۔ ۱۲/مدارج النبوۃ

یہ ہے اصل بات جو جناب سعادت علی خاں صاحب ایم اے سابق ہیڈ ماسٹر یونیورسٹی اسکول علی گڈھ نے اپنی کتاب تاریخ آغاز اسلام میں لکھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات بالکل غلط ہے اور ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ ﷺ بطن مادر ہی میں ہوں ان کے والد ماجد انتقال فرما جائیں اور اپنے بیٹے سرور کائنات اور رحمۃ للعالمین کا منہ بھی نہ دیکھ سکیں۔ یہ والد ماجد کی بڑی محرومی ہے اللہ اسے گوارہ ہرگز نہ فرمائیں گے۔ اب رہ گیا۔ ۲۸ یا ۲۷ ماہ کی بات تو یہ بھی صریح نامناسب بات ہے اتنی مدت کا وقفہ عین تقاضا کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے کوئی اور بہن بھائی کے پیدا ہونے کا بڑا امکان تھا۔ جو آپ ﷺ کے لئے ہرگز مناسب نہ تھا۔ آپ ﷺ درِ یتیم تھے سات ماہ کی بات بھی اتنی تھی کہ دوسرے حمل کا آغاز ہو سکتا تھا۔ رہ گئی دو ماہ کی بات تو یہ صحیح ہے اور اسی کو جناب سعادت علی خاں نے اپنی کتاب تاریخ آغاز اسلام میں لکھی ہے۔

یہ بات بھی قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ماں بی بی آمنہ کا دودھ پیا جو کہ کافرہ مشرکہ نعوذ باللہ بالکل نہیں ہو سکتیں نہ ہی ماں اور نہ ثویبہ یا حلیمہ سعدیہ یہ سب مومنہ تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی ماں کا دودھ پینا اور کسی دوسری کا نہ پینا اور نہ ہی دودھ کو منہ لگانا ہی سبق دیتا ہے کہ ایک نبی کسی کافرہ کا دودھ پیئے؟ جب موسیٰ علیہ السلام کی مثال قرآن میں موجود ہے تو پھر نبی ﷺ کو اس پر قیاس و یقین نہ کر لینا کہاں کی عقلمندی ہے یہ تو سراسر ظلم ہے کہ آپ ﷺ کی ماں کو مشرکہ کافرہ گردانا جائے۔ اتنی سی بات بی بی آمنہ کو مومنہ و موحدہ قرار دیتی ہے اس میں کسی قیل و قال کی گنجائش مطلق نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے باپ والد اور ماں دونوں مومن و مومنہ و موحد موحدہ تھے۔ اور کسی طرح بھی یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کے ماں اور باپ کافرہ اور مشرکہ اور کافر مشرک ہو سکتے ہیں۔

سیرت النبی حصہ اول میں علامہ شبلی نعمانیؒ ص ۷۲ پر لکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ نے اور دو تین روز کے بعد ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی لونڈی تھی۔

حق بحق دار رسید

محمد عربی میں مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحان نے حق ادا کرتے ہوئے صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے دائیوں کے آنے کے موسم متعین تھے۔ محمد ﷺ کی ولادت ہوئی تو اس وقت کوئی دائی نہ ملی عبداللہ کا ایک بھائی تھا (ابولہب) اس کی ایک باندی تھی ثویبہ سات دن آمنہ نے خود دودھ پلایا ہے پھر بچے کو ثویبہ کے حوالہ کر دیا کہ جب تک کوئی دائی نہ ملے اس کو دودھ پلائے۔

یہ بھی خدا کی رحمت تھی کہ کوئی دائی اس ماحول میں نہ ملی کہ وہ حضور پاک ﷺ کو دودھ پلائے تا کہ حضور پاک ﷺ کی والدہ دودھ پلائیں۔ حضور پاک جس کا دودھ پی لیں وہ کبھی مشرکہ و کافرہ نہیں ہو سکتیں۔

لیکن دوسرا رخ دیکھئے۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی لکھتے ہیں۔

ابتداً بعد ولادت سات روز تک ثویبہ نے جو ابولہب بن عبدالمطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا۔ (تاریخ اسلام حصہ اول ص ۸۲)

کسی بچے کا اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہونا ہی اللہ کی مہربانی سے ہے بلکہ بڑی مہربانی اور بڑا کرم ہے۔ کنواری ماؤں کے سینے میں خدا کا پیدا کردہ دودھ بھی اتر آنا۔ حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مبارک سینے میں دودھ کا آنا یہ خدا کی عجیب مہربانی ہے۔ وہ کیسی ماں ہوگی کہ اس کا بچہ پیدا ہوتے ہی رو رو کر دودھ مانگ رہا ہو اور وہ ماں نہ پلائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:۔

چند دن آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا پھر عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کے (جن سے زیادہ اپنی اولاد میں ان کو کوئی محبوب نہ تھا) لئے دیہات کی کسی دودھ پلانے والی کی تلاش شروع کی۔ عرب اس زمانہ میں اپنے بچوں کی رضاعت اور ابتدائی پرورش کے لئے شہروں سے زیادہ دیہاتوں کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہاں کی آب وہوا زیادہ پاکیزہ صاف اور وہاں کے رہنے والوں کے اخلاق میں اعتدال اور سلامتی طبع زیادہ نمایاں تھی۔ شہر کے مفاسد سے بھی حفاظت تھی اور وہاں کی زبان بھی صحیح اور فصیح مانی جاتی تھی قبیلہ بنی سعد کی عورتیں اس کام میں اور فصاحت وبلاغت میں خاص شہرت رکھتی تھیں ان میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں جن کو یہ دولتِ عظمیٰ ملی۔ یہ بچوں کی تلاش میں اپنے گاؤں سے آئی تھیں۔ خشک سالی کا زمانہ تھا اور لوگ سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سب عورتوں کے سامنے پیش کیا گیا لیکن اکثر نے یہ سوچ کر کہ یہ یتیم بچہ ہے اس کے والد ہوتے تو کچھ نفع کی امید تھی۔ ماں اور دادا سے کیا مل جائے گا آپ کی طرف زیادہ التفات نہ کیا۔ پہلے پہل حلیمہ نے بھی آپ ﷺ کی طرف کچھ خاص توجہ نہ کی اور ان کا رخ بھی دوسری طرف ہونے لگا۔ لیکن اچانک ان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت پیدا ہوگئی۔ کوئی دوسرا بچہ بھی سامنے نہیں تھا۔ چنانچہ وہ واپس آئیں اور آپ ﷺ کو لے کر اپنے قافلے میں واپس آگئیں۔ (نبی رحمت ص ۱۳۳)

درِ یتیم میں ماہر القادریؒ نے ص ۳۷ پر لکھا ہے۔

آمنہ کے لال کو دودھ پلانے کی سعادت ابولہب کی کنیز ثویبہ کو نصیب ہوئی۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے ابتداءً چند روز تک ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا۔
(سیرت سرور عالم جلد دہم ص ۹۵۱)

ماشاء اللہ اللہ اکبر یہ کنیز تو یہ مقام پائیں کہ مومنہ موحدہ ہو کر رسول خدا کو دودھ پلائیں اور اپنے جزو بدن دودھ کو پلا کر پروان چڑھا کر جنتی بن جائیں (اور ماں) وائے بدقسمتی (نعوذ باللہ) کہ جس ماں نے اپنے خون سے اپنے بطن سے اس بچہ کو وجود بخشا ہو وہ دودھ بھی نہ پلائیں تو ان کا مقام دوزخ ہو سکتا ہے؟

نہیں کبھی نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے رسول اللہ ﷺ ہی کیا دنیا میں جتنے نبی آئے کسی بھی نبی کے ماں باپ دوزخی نہیں ہو سکتے ہیں اور نہیں ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اور عنایت اللہ اسد سبحانی نے حق ادا کر دیا کہ آنحضرت کو ان کی والدہ نے دودھ پلایا۔ بعدہٗ ثویبہ نے پلایا پھر حلیمہ سعدیہ نے پلایا اور پالا پوسا۔ کوئی بھی نبی کسی کافرہ مشرکہ کا دودھ پی کر نہیں پروان چڑھ سکتا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا حال معلوم ہے کہ کسی دائی کا پستان منہ میں بھی نہ لگایا جو کہ سب کافرہ مشرکہ تھیں، پیا تو اپنی ماں کا پیا۔ پھر نبی ﷺ ہی کیوں اپنی ماں کا دودھ پیتے اگر وہ نعوذ باللہ کافرہ و مشرکہ ہوتیں۔ بس اتنی سی بات ہی کافی ہے کہ آمنہ مومنہ و موحدہ تھیں اور جنتی تھیں نہ کہ مشرکہ دوزخی۔ پھر اصحاب الفیل کے دس سال یا سات ہی سال تک خالص توحید پرستی کا ہونا سارے عام لوگوں کے لئے خاص ہے اور صرف آنحضرت ﷺ کے ماں باپ ہی اس خالص توحید پرستی سے نکل کر کفر و شرک سے ملوث ہوتے نظر آتے ہیں؟

حضور پاک ﷺ جس خاتون کا دودھ پی لیں وہ کبھی بھی مشرکہ و کافرہ نہیں ہو سکتیں۔ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کا سات دن تک دودھ پی کر پروان چڑھے تو ناممکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے محال ہے جس والدہ کا پہلے سات دن دودھ پی لیا وہ مشرکہ کافر ہوں غلط در غلط ہے۔

دوسری بات یہ بھی آپ ﷺ نے کسی بھی مشرکہ اور کافرہ کا دودھ نہیں پیا۔ کیا خیال ہے آپ کا کہ ثویبہ کا دودھ پیا۔ تو کیا ثویبہ مشرکہ اور کافرہ تھیں۔ کیا خیال ہے کسی کا کہ حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور پالا پوسا تو کیا وہ کافرہ تھیں۔ نعوذ باللہ ناممکن ومحال ہے کہ حضور پاک ﷺ کسی بھی کافرہ ومشرکہ کا دودھ پئیں اور پروان چڑھیں۔

دائی حلیمہ کی رضاعت

آپ ﷺ کی رضاعت کا معاملہ بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جس سے آپ ﷺ کے والدین کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے مومن ہونے کی بھی توثیق ہوتی ہے جو ابرہہ کے حملے کے بعد سات سے دس سال کی مدت میں مکہ اور اطراف مکہ میں رہتے تھے یہ بات ہمارے یہاں ہر خاص وعام کے علم میں ہے کہ آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ کی رضاعت میسر رہی اگر ہم اس خیال کی بنا پر جس میں آپ ﷺ کی نبوت سے قبل کے تمام لوگوں کو کافر گردانا جاتا ہے کیا یہ پسند کریں گے۔ کہ حلیمہ بھی کافرہ رہی ہیں اور آپ نے ایک کافرہ کا دودھ پیا ہے؟

دوسری طرف ہمارے پاس یہ قرینہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے جب کسی کافرہ کا دودھ گوارا نہ کیا تو آپ ﷺ جیسے جلیل القدر نبی کے لئے ایک کافرہ کے دودھ سے پرورش کیونکر جائز ہوگئی۔

لہٰذا اگر ہم اس ماحول پر توجہ دیں جس میں اہل مکہ نے بت پرستی چھوڑ دی تھی اور توحید پرستی کی تھی تو یہ بات بھی روشن ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک کافرہ کا دودھ پینے سے بچالیا۔اوراس مخلصانہ اورتوحید پرستانہ ماحول میں آپ ﷺ کی رضاعت کا معاملہ طے ہوگیا۔اس طرح اس ضمن میں ہر شک وشبہ کی گنجائش ختم ہوگئی پھر یہ بات دوسری ہے کہ آپ ﷺ کونبوت عطا کی گئی تو حلیمہ سعدیہ اس وقت حیات تھیں اورانھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ ﷺ پرایمان لانے کا اظہار کیا۔لیکن اس ایمان پراب بہت بڑا فرق تھا جواس دس سالہ مدت میں اہل مکہ رکھتے تھے۔جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

یہ آیت کیا صراحت کرتی ہے:۔اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلاً شَاھِداً عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً (المزمل آیۃ ۱۵)

تم لوگوں کے پاس ہم نے ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

فرعون کے پاس کس رسول کو بھیجا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو۔موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہونچ کر کسی دایہ کا دودھ کیوں نہیں پیتے؟ پینا تو درکنار منہ میں پستان کو لیتے ہی نہیں ہیں۔وہ اس لئے کہ دودھ پلانے والی دائیاں کافرہ تھیں۔آپ دودھ پیتے ہیں تو اپنی ماں کا کیونکہ وہ مومنہ تھیں اورانھوں نے پیدائش کے وقت سے لے کر صندوقچہ میں رکھنے تک اپنا ہی دودھ پلایا تھا۔اس لئے کہ سب سے چھپا کر رکھے گئے تھے تو کسی کو راز دار بنا کر کسی غیر سے دودھ پلوایا ہی نہیں تھا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے۔لہٰذا لامحالہ صرف اپنی والدہ کا ہی دودھ پیا تھا اول تا آخر اور وہ مومنہ وموحدہ تھیں اللہ تعالیٰ نے ان سے راز و نیاز کی باتیں کیں۔حکمت بتلائی۔دلاسہ دیا کہ تم دریائے نیل میں بہادو ہم پھر تمھارے پاس پہونچادیں گے۔اورتمھاری آنکھیں ٹھنڈی کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ خود کلام کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا وہ کافرہ ومشرکہ ہوسکتی ہے؟ نہیں قطعی نہیں کسی کافرہ ومشرکہ کو یہ شرف کبھی نہیں مل سکتا۔

لہٰذا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے مومنہ وموحدہ کا دودھ پیا اسی طرح موسیٰ علیہ السلام سے افضل نبی آخر الزماں ﷺ نے بھی مومنہ وموحدہ ہی کا دودھ پیا۔ پہلے اپنی والدہ کا دودھ پیا بعد کو ثویبہ کا پھر دائی حلیمہ کا دودھ پیا۔ بہر حال جن کا بھی دودھ پیا وہ مومنہ وموحدہ تھیں ورنہ ان کے پستان کو آپ ﷺ منہ بھی نہ لگاتے۔ یہ اللہ کا قانون ہے کہ کسی مومن مومنہ (جنتی کیلئے) کسی کافر ومشرک۔ اور کافرہ ومشرکہ کے جزء بدن کا ادنیٰ سا بھی حصہ شامل کر کے (وہ جزء بدن) دوزخ کا حصہ قرار نہ دیگا۔ اس صورت سے دیکھا جائے تو ہرگز آمنہ کافرہ ومشرکہ ہو ہی نہیں سکتیں۔ کہ آپ ﷺ آخر الزماں ایسا دودھ پئیں جو کہ نعوذ باللہ دوزخی جزء بدن دودھ کی شکل میں ہو۔

از صحابہ وصحابیات مائل خیر آبادی

سید الشہداء۔ امیر حمزہ کی شہادت پر کفار کی عورتوں اور مردوں نے خوشی اور مسرت کے ترانے گائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جس کا باپ بدر کی لڑائی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ انتقام کے جوش میں رسول خدا ﷺ کے چچا کا کلیجہ نکالا اور چبا چبا کر نگلنا چاہا مگر نگل نہ سکی۔ تھوک دیا۔ پھر ناک کان کاٹ کر ہار بنایا۔

رسول خدا ﷺ نے سنا تو پوچھا کیا اس نے کھایا بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا خدا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدن کے کسی حصے کو جہنم میں داخل نہ ہونے دیگا۔ اس کے بعد چچا کی لاش کے پاس تشریف لائے۔ ہندہ نے ناک کان کاٹ کر بڑی دردناک صورت بنادی تھی۔ دیکھا تو دل بھر آیا اور فرمایا تم پر خدا کی رحمت ہو۔ کیونکہ تم رشتہ داروں کا سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔ نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے اگر مجھے صفیہ کے رنج و ملال کا خیال نہ ہوتا تو میں تمھیں اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درند اور پرند کھا جائیں اور تم قیامت کے دن ان کے ہی شکم سے اٹھائے جاؤ۔

نوٹ:۔ سوچو کہ جب حضور ﷺ بچپن میں کسی کافرہ و مشرکہ ماں کا دودھ پیا ہوتا تو حرام دودھ سے آپ کا جسم پاک جتنا بڑا ہوتا جو گوشت پوست پیدا ہوتا اور بڑھتا تو یہ پرورده جسم حضور ﷺ کے ساتھ جنت میں کیسے جاتا۔ کوئی نبی اپنی مشرکہ ماں کا دودھ پی کر بڑا ہوا ہو یہ ناممکن ہے۔

یہ ہو نہیں سکتا کہ حضور پاک ﷺ کی والدہ مشرکہ ہوں اور آپ ﷺ ان کا دودھ پئیں کتنا بڑا الزام ہے کہ حضور پاک ﷺ کی والدہ مشرکہ تھیں۔ نعوذ باللہ۔

مولانا مودیؒ لکھتے ہیں:۔

آپ ﷺ کی والدہ صاحبہ آپ کو لے کر مکہ روانہ ہوئیں تو ابواء کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں وہ دفن ہوئیں۔ ام ایمن حضور ﷺ کو لے کر مکہ واپس پہونچیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کو وہ جگہ بھی یاد تھی جہاں آپ ﷺ کی والدہ دفن ہوئی تھیں۔ چنانچہ عمرہ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ ابواء کے مقام پر سے گذرے تو فرمایا:۔

ان اللہ قد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ.

اللہ نے محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ پھر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے قبر کو درست کیا اور بے اختیار رو دیئے آپ ﷺ کو دیکھ کر مسلمان بھی رونے لگے۔ عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ تو رونے کو منع فرماتے ہیں۔ فرمایا: اَدْرَکَتْنِیْ رَحْمَتُھَا فَبَکَیْتُ۔ ان کی مامتا مجھے یاد آگئی اور میں رو دیا اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر حضور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے تشریف لے جانے اور آپ ﷺ کے اوپر رقت طاری ہونے کا ذکر متعدد احادیث میں بھی آیا ہے۔ جو مسند احمد، بیہقی، طبقات ابن سعد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں (سیرت سرور عالم، جلد دوم ص: ۹۹، ۱۰۰)۔

حضور ﷺ اپنی ماں کی قبر پر گئے۔ قبر کو درست کیا، روئے۔ ماں کی مامتا یاد آئی کیا کوئی مشرکہ کی قبر پر جائے گا؟ اللہ اجازت دے گا؟ پھر نبی ﷺ کا جانا سنت نبوی کہلائے گا یہ کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک مومن بلکہ نبی وہ بھی آخر الزماں ﷺ اپنی مشرکہ والدہ کی قبر پر جاتے اور روتے ان کی مامتا کو یاد کر کے۔ قبر کو درست کرتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ موحدہ کو جو لوگ مشرکہ کہتے ہیں کیا کوئی ایسی حدیث پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں حضور ﷺ نے اپنی والدہ کو مشرکہ کہہ کر دوزخ کے حوالے کیا ہو؟۔

ایک حدیث پر تحقیقی نظر

حضور اکرم ﷺ کی والدہ کو خصوصی طور پر کافرہ ثابت کرنے کے لئے یہاں جس بات کو بنیاد بنایا جاتا ہے وہ ایک حدیث ہے جو ابن کثیر میں درج ہے تفسیر بن حاتم میں ہے کہ جنگ تبوک کے بعد قبرستان مکہ میں عمرہ کے وقت آنحضور ﷺ ایک قبر پر بہت دیر تک دعا کرتے رہے اور روتے رہے آپ ﷺ کو روتا دیکھ کر آپ ﷺ کے قریب ایک ہزار صحابہ تھے وہ بھی روئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری ماں آمنہ کی قبر ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ماں کی مغفرت کی دعا کا اذن چاہا تھا مگر اس آیت سے اس کی نفی ہوگئی (ابن کثیر)۔

درج بالا حدیث کو بنیاد بنا کر ہمارے یہاں یہ بات بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جب آپ ﷺ کو دعا کی ممانعت ہوگئی تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی والدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافرہ رہی ہیں۔لیکن ان باتوں سے قطع نظر ہم اس حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو کئی جگہ تضاد بیانی ظاہر ہوتی ہے۔حدیث کی سند کے علاوہ جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ درج بالا حدیث میں آپ ﷺ کی والدہ کی قبر کو قبرستان مکہ میں بتایا جاتا ہے جبکہ اس سے قبل معتبر روایات کے ذریعہ یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا انتقال (ابواء) کے مقام پر ہوا تھا اور وہیں آپ کی قبر ہے۔دوسری طرف یہ تضاد بیانی کہ آپ دعا کرتے رہے اور روتے رہے ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذن سے قبل ہی دعا کر لی تھی اور بعد از دعا اجازت چاہی اور جب اجازت نہ ملی تو روتے رہے۔حدیث کی تضاد بیانی اور (ابواء) کے بجائے مکہ کے قبرستان کے ذکر کو شک راوی بھی تسلیم کر لیا جائے اور اس مضمون کی ایک دوسری حدیث سے اس کا تقابل کیا جائے تو کہیں بھی انکا کفر ثابت نہیں ہوتا۔اس حدیث میں آپ ﷺ کے رونے کی اصل وجہ کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کو وہ جگہ بھی یاد تھی جہاں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ دفن ہوئی تھیں۔چنانچہ عمرہ حدیبیہ کے موقع پر جب آپ ﷺ ابواء پر سے گذرے تو فرمایا:۔

ان اللہ قد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ.

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی۔

پھر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔قبر کو درست کیا اور بے اختیار روئے آپ ﷺ کو دیکھ کر مسلمان بھی رونے لگے۔عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ تو رونے کو منع فرماتے ہیں فرمایا ان کی ممتا مجھے یاد آ گئی۔

حدیث کے متن اور اس میں موجود تفصیلات پر غور کرنے سے ان تمام اقوال کی تردید ہو جاتی ہے۔جو آپ ﷺ کی والدہ کو کافرہ ٹھہرانے کے سلسلے میں ایک حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے توسط سے کہے جاتے ہیں۔ یہاں اس مقام پر واضح الفاظ میں ذکر ہے جو آپ کی والدہ کا مدفن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہاں آپ ﷺ کے رونے کی اصل وجہ ماں کی مامتا بتائی گئی ہے۔ جو ایک فطری امر ہے۔

تیسری اور اہم بات یہ کہ حدیث صریح انداز میں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی والدہ کی قبر پر جانے یا زیارت کرنے کی اجازت دے رکھی تھی اور آپ ﷺ نے اجازت ملنے کے بعد ہی زیارت کی لہٰذا اگر ہم آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو کافرہ تصور کر لیں تو یہ بات کہاں ملتی ہے کہ اسلام نے کسی کافرہ یا کافر کی قبر پر جانے کی اجازت دے رکھی ہو۔ اور ایسا کوئی قرینہ کہاں موجود ہے؟

جب وقت کے نبی یا کسی عام مومن کو کسی کافر کی قبر پر جانے اور وہاں جا کر رونے کی اجازت دی گئی ہو۔ لہٰذا حدیث کا متن خود اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ اگر آپ ﷺ کی والدہ کافرہ رہی ہوتیں تو کبھی آپ کو زیارت کی اجازت نہ ملتی اور نہ آپ کسی کافرہ کی قبر پر جا کر اسوہ قائم کرتے۔ جس کا ہر عمل تمام امت کے لئے جائز ہو جاتا۔ اتنے حقائق اور شواہد کے بعد بھی کوئی آپ ﷺ کی والدہ کو کافرہ قرار دے تو اسے قطعی طور پر سلامتی کا راستہ نہیں کہا جا سکتا۔ مزید برآں یہ کہ اگر ہم اس حدیث میں شک راوی کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بھی مان لیں کہ آپ ﷺ کو دعا کی اجازت نہ دیئے جانے کا پس منظر دوسرا ہے۔ قرآن و حدیث کے ابواب مکمل مطابقت فراہم کرتے ہیں جب یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں ملا اور از سر نو تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ﷺ کے والدین کا خاتمہ اس ماحول میں اور اس وقت ہوا تھا جب اہل قریش خالص توحید کے قائل تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی نبوت سے قبل ہی آپ ﷺ کے والدین کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ ایمان پر ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو اپنی والدہ کی مغفرت کی اجازت نہ ملنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی والدہ کی طرح ہی سیکڑوں لوگ اس توحید پرستانہ ماحول میں وفات پا چکے تھے۔ اسی طرح کئی اور افراد بھی مختلف مواقع پر خالص توحید پر آپ ﷺ کی نبوت سے قبل ہی ختم ہو چکے تھے اور جو آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت صحابہ تھے ان کے کتنے ایسے ہی ماں باپ رہے ہوں گے جن کا شرک پر خاتمہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کہ ابرہہ کے بعد صرف دس سال ہی کا وقت ایمان پر خاتمہ کا ثبوت ہے بعدہٗ پھر وہی شرک تھا یا کھلم کھلا نبی ﷺ پر ایمان تھا۔ لہٰذا اس موقع پر آپ ﷺ کا محض اپنی والدہ ماجدہ ہی کے لئے دعا کرنا ان لوگوں کے حق میں انصاف نہ ہوتا۔ کیوں کہ جہاں ایک طرف آپ ﷺ کو اپنی ماں کی مامتا دعا پر مجبور کر رہی تھی تو دوسری طرف دیگر وہ لوگ بھی آپ ﷺ کی دعا کے اتنے ہی مستحق تھے جن کا خاتمہ آپ ﷺ کی والدہ ہی کی طرح خالص توحید پر ہوا تھا اور جن کے ماں باپ کا حالت شرک میں خاتمہ ہوا تھا وہ بھی ساتھ رہے ہوں گے پھر یہ انصاف کا تقاضا نہ تھا کہ چن چن کر انھیں کو اجازت دے جو مومن وموحد رہے ہوں اور انھیں رو کے جن کے ماں باپ مشرک رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہاں اپنی والدہ ماجدہ کی مغفرت کی اجازت نہیں دی۔ کیوں کہ یہ نہ تو آپ ﷺ کی امت کا معاملہ تھا اور نہ ہی ان لوگوں پر آپ ﷺ کی دعوت وحجت پوری ہوئی تھی۔ اس کے برعکس ان تمام افراد کا معاملہ اللہ کے ذمے تھا۔

اگر اس موقع پر احادیث کے مختلف ابواب سے استفادہ کریں تو ایک واضح صورت نظر آتی ہے اور ہماری درج بالا تاویل کی بھی حدیث کے باب تصدیق کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کو اجازت نہ دیئے جانے کی اصل وجہ اجاگر ہو جاتی ہے۔ اس حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا پس منظر یہ ہے کہ حشر کے دن جب تمام لوگ حساب کے لئے جلدی کے لئے متفکر ہوں گے اور بالترتیب تمام انبیاء کے پاس جائیں گے لیکن جب تمام انبیاء معذرت کر لیں گے تو وہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں گے اور اس طرح حساب کا مرحلہ ختم ہو کر آپ ﷺ امت کی شفاعت کریں گے اور ان تمام لوگوں کو دوزخ سے نکلوائیں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر ایمان رہا ہوگا۔ اسی طرح تین بار اپنی امت کو بخشوانے کے بعد جب آپ ﷺ ان لوگوں کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں گے جنھوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا اور محمد رسول اللہ نہ کہا ہوگا۔

عن ابی ھریرۃ فاقول یا رب ائذن لی من قال لا الٰہ الا اللہ. قال لیس ذالک لک ولٰکن و عزتی وجلالی و کبریائی و عظمتی لأ خرجن منھا من قال لا الٰہ الا اللہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، باب الحوض والشفاعۃ، ص:۴۸۹)

پس میں کہوں گا اے میرے رب مجھ کو اجازت دیجئے اس شخص کے بارے میں جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا یہ آپ کے حلقۂ اختیار میں نہیں ہے اور لیکن میری عزت کی قسم، میری بڑائی کی قسم، میری عظمت کی قسم میں ضرور بالضرور اس شخص کو دوزخ سے نکالوں گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو۔

ایک مستند حدیث کی درج بالا عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان تمام لوگوں کو آپ ﷺ کے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیا جا رہا ہے جنھیں آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں ملا تھا اور جو محض اپنی عقل سلیم سے اللہ کی وحدانیت تک پہونچے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہاں اس بات کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ کسی نبی کی عدم موجودگی اور مثبت اور صحیح تعلیمات کے نہ ہونے کے باعث محض خالص توحید پر ایمان ہی کو کسی بندے کی نجات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ضامن قرار دیا جاتا ہے اگر چہ اس نے نماز روزہ اور کسی رکن پر مطلق عمل نہ کیا ہو۔ لہٰذا یہاں حدیث کے الفاظ اس بات کی توضیح کرتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کو وہاں اپنی ماں کی قبر پر مغفرت کی اجازت نہ بھی ملی تو وہ انصاف کا ایک فطری تقاضا تھا کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو بھی آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملنے کے باعث وہ بھی آپ ﷺ کے دائرہ اختیار میں نہیں تھیں اور ان کا بھی معاملہ دیگر افراد کی طرح اللہ ہی کے سپرد تھا۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے والدین سے متعلق اس اہم بحث کو چاہے جس رخ سے دیکھیں ہمیں ہر جگہ اس بات کی توثیق ہوتی نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا خاتمہ ایمان پر ہوا تھا۔ ان کے دوزخی ہونے کی سخت تردید ہوتی ہے۔

یہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام انبیاء کا سردار اور خاتم المرسلین تو اپنے مشن اور اپنے منصب میں سب سے افضل رہ کر جنت میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز رہیں اور اس کو وجود بخشنے والے دو افراد دوزخی قرار پا کر جہنم کے حوالے کر دیئے جائیں اور ان کا وہ عظیم بیٹا اپنے والدین کو جہنم کی آگ میں جلتا دیکھ کر کسی لمحہ بھی مطمئن نہ رہ سکے۔ لہٰذا یہاں اس امر پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قدرتی نظام رہا ہے کہ کسی بھی نبی کے والدین کو اس کی نبوت سے قبل ہی خالص توحید پر موت دے کر ان کو مومن ہونے کی اطلاع دیکر اسے مطمئن کر دیا جاتا ہے اس طرح ایک طرف جہاں ان لوگوں کو جنھوں نے اس وقت کے نبی کو جہنم دیا تھا ہلاکت و رسوائی سے بچا لیا جاتا ہے تو وہیں دوسری طرف اس نبی کو اپنے والدین سے متعلق دائمی فکر و اضمحلال سے بے خوف کر دیا جاتا ہے۔ یقیناً یہی انصاف کا ایک فطری تقاضا بھی ہے۔

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادیؒ نے اور ماہر القادری نے اور سب سے بڑی بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لغزش کھائی جب کہ خود مولانا مودودی نے اپنی کتاب تفہیم القرآن جلد ششم میں اتنی بڑی تفصیلی بات لکھی ہے کہ رشک آتا ہے کہ دوسروں کے ایمان اتنے پختہ تھے لیکن نہیں تھے تو صرف آنحضرت ﷺ کے والد ماجد اور والدہ کے۔ وہ بھی اتنے اچھے ماحول میں جو کہ ہر خاص و عام کے لئے خالص توحید پرستی کا زمانہ تھا یہ دونوں ایسے ماحول میں رہ کر بھی اور پھر ایسی ہستی کو اپنے خون پانی سے سینچ کر بھی دوزخی کہلائے گئے نعوذ باللہ یہ صرف اپنی ہی کم فہمی ہے۔

قرآن کی یہ آیت ملاحظہ ہو:۔ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا.

آپ کہا کیجئے میرے پروردگار ان دونوں پر (میرے ماں باپ پر) رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

حضرت عبداللہ کی وفات کے سن وسال کے تعین میں قرآن مجید کی درج بالا آیت کلیدی حیثیت کی حامل قرار پاتی ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے والدین کے لئے رحم کی دعا کرنے کا حکم دے رہا ہے اور اس آیت میں یہ بھی صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ کی تربیت میں ان دونوں کا حصہ رہا ہے اب چاہے وہ حصہ جتنی مدت بھی رہا ہو لیکن قرآن کے الفاظ صراحت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو اس وقت دونوں موجود تھے۔ اور دونوں نے ہی آپ ﷺ کی تربیت کی ہے اس طرح یہاں اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات آپ ﷺ کی ولادت مبارک کے بعد متذکرہ مدتوں میں سے کسی مدت میں ہوئی تھی تو وہیں دوسری طرف اس خیال کی صریح الفاظ میں تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات اس وقت ہی ہو گئی تھی جب آپ ﷺ بطن مادر ہی میں تھے اس طرح قرآن کی متذکرہ آیت کو اس بابت پیش نظر رکھنے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال اسی سات یا دس سالہ مدت میں اور اسی ماحول میں ہوا تھا جس ماحول اور جس مدت میں اہل مکہ خالص توحید پرستی پر کاربند تھے۔

مولانا مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں زیارت قبور کے دو مقاصد ہیں۔ اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت اور اپنی موت کی یاد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ حضرت آمنہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ روئے جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے وہ بھی آپ کو دیکھ کر روئے بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی والدہ کے لئے مغفرت کی دعا کروں مگر اجازت نہ ملی۔ پھر میں نے قبر کی زیارت کی دعا مانگی اور مجھے اجازت دیدی گئی۔ پس تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ موت کی یاد تازہ کرتی ہے (مسلم)

رسول اللہ ﷺ بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ گئے تھے، وہاں آپ کا ننھیال تھا، آپکی والدہ ماجدہ کو واپسی پر راستہ ہی میں بخار چڑھا اور وہیں انتقال ہوگیا۔ جب ایک مرتبہ آپ ﷺ وہاں سے گذرے تو آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے والدہ کے لئے استغفار کی اجازت چاہی مگر نہ ملی اور صرف قبر کی زیارت کی اجازت ملی قبر پر جانا ممنوع نہیں ہے بلکہ وہاں بعض کام کرنا ممنوع ہے اس حدیث میں اس امر سے کوئی بحث نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا کیا حشر ہوگا۔ یہاں صرف استغفار کے بارے میں ہدایت ہے کہ جو لوگ حالت کفر میں مرے ہوں ان کیلئے استغفار کی اجازت نہیں۔ یہ جملہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اجازت مغفرت کی کیوں نہیں ملی۔ اگر حضور ﷺ کو اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدہ کے لئے اجازت مل جاتی تو دوسرے لوگ بھی مطالبہ کرتے کہ ہمیں بھی اپنے والدین کے لئے استغفار کی اجازت دی جائے اور پھر اس صورت میں شرک اور توحید کا فرق مٹ جاتا چونکہ دوسرے سب لوگوں کو منع کرنا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کو بھی اس کی جازت نہ دی گئی یہ اسلامی مساوات کے خلاف تھا کہ حضور ﷺ کو تو اجازت دیدی جائے مگر صحابہ کو اجازت نہ دی جائے۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کے لئے اللہ سے مغفرت مانگنے کی جو اجازت طلب کی تھی یہ فطری محبت کے تقاضے کی بنا پر تھی نہ کے ایمان کے تقاضے کی بنا پر۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کیا مشرکوں اور کافروں کی قبروں کی زیارت کی اجازت ہے؟

والدین کا مقام قرآن وحدیث کی روشنی میں

دین اسلام ایک آفاقی دین ہے جو جہاں ایک انسان کا اپنے رب سے رشتہ جوڑتا ہے وہیں ایک انسان کے دوسرے انسان سے تعلقات بھی اِستوار کرتا ہے اس طرح جب ہم دین اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں دو ہی قسم کے حقوق ملتے ہیں۔ پہلا حق اللہ کا اور دوسرا حق اللہ کے بندوں کا اس طرح دین دو قسم کے حقوق کی بجا آوری کا نام ہے۔ حقوق اللہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایک انسان اللہ کو اپنا رب تسلیم کر کے زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی بندگی بجالائے اور اپنے ہر عمل کو اس کے لئے خالص کردے۔ اور زندگی کے ہر موقع پر اس کی طرف پلٹے۔

دوسری طرف حقوق العباد میں ایک انسان کے وہ تمام اعمال، تعلقات اور توقعات شامل ہیں جو اپنی دنیوی زندگی میں معاشرے کے ایک فرد کی حیثیت سے دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افراد کے ساتھ رکھتا ہے۔ اسلام نے ایک انسان کے لئے معاشرتی زندگی سے متعلق تمام قسم کی ہدایات اور نصیحتیں پیش کر دی ہیں اور حقوق العباد کے سلسلے میں بڑے واضح انداز میں حد بندی کر کے اس بات پر وافر روشنی ڈالی ہے کہ انسان اس کے معاشرے کے کسی فرد کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کرے۔

اور کس فرد کے اس پر کتنے حقوق بنتے ہیں جنھیں وہ اپنی زندگی میں ادا کر کے حقوق العباد کے شعبہ کو پورا کر سکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک انسان کیلئے سب سے قابل قدر اور مکرم شخصیت اس کے والدین ہوتے ہیں اور یہی دو افراد اس کے سب سے بہتر برتاؤ کے مستحق ہوتے ہیں۔ جن کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ والدین ہی ایک شخص کی پیدائش کا باعث اور اس دنیا میں اس کے وجود کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے حقوق العباد میں اسلام نے والدین کو سب سے مقدم رکھا ہے۔ اس کے بعد ہی قریب ترین رشتہ دار اور دیگر مستحقین کا نمبر آتا ہے۔

اسلام نے والدین کے جو حقوق بتائے ہیں وہ بہت اہم ہیں۔ پھر قرآن وحدیث نے متعدد مقامات پر حقوق والدین کی جو تصریح کی ہے ان کے مطالعہ سے والدین کے حقوق کی عظمت واہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اگر ہم قرآن سے ان تمام مقامات کا انتخاب کریں جہاں حقوق العباد کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات موجود ہیں تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اسلام نے انسان کے والدین کو ایک اہم مقام عطا کیا ہے کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے والدین کا ذکر کیا ہے وہاں ان کے ساتھ بہتر برتاؤ کی انسان کو تاکید ہے تو دوسری طرف جہاں تمام انسانوں کے حقوق کی بات کہی ہے وہاں والدین کو سب سے مقدم رکھ کر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر قریب ترین رشتہ داروں کا ذکر کر کے اس بات کی طرف واضح اشارہ کر دیا کہ والدین کی شخصیت سب سے مکرم اور بہترین برتاؤ کی مستحق ہے نیز والدین اور قریب ترین رشتہ داروں کے مقام و مرتبہ میں بھی فرق ہے جس کی وجہ سے ہر جگہ ان دونوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کے متعدد مقامات پر غور کرنے سے یہ بات بھی روشن ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو جہاں کہیں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے دوسرے ہی لمحہ والدین کا ذکر کر کے ان کے مقام کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے حق کے بعد والدین کے حق کو پورا کرنے کی تاکید کی ہے جس سے ایک انسان کے والدین کی عظمت اور امتیازی مقام پر روشنی پڑتی ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ (بنی اسرائیل ۲۳)

اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔

قرآن کریم کی درج بالا آیت صراحت کرتی ہے کہ ایک انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے لہٰذا اسی مناسبت سے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کی تلقین کے بعد والدین کے احسان اور حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔

قرآن کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ۔ (البقرہ ۸۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یاد کرو جب بنی اسرائیل سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ والدین کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

سورہ بقرہ کی درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک بندے کو اپنا حق یاد دلاتے ہوئے دوسرے ہی لمحہ حقوق العباد کی تلقین کر دی اور پھر اپنے بعد اس کے والدین کو رکھ کر جہاں والدین کے مقام و مرتبہ کی طرف اشارہ کیا وہیں والدین اور رشتہ داروں میں مراتب کے لحاظ سے درجہ بندی بھی کر دی۔ یہاں جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ والدین کے بعد الگ سے رشتہ داروں کا ذکر اور حد بندی کر کے یہ واضح اشارہ دیدیا کہ والدین کا درجہ دیگر رشتہ داروں سے بہت عظیم ہے والدین کو رشتہ داروں کی صف میں شامل نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کا شعبہ نہ صرف یہ کہ سب سے جدا ہے بلکہ سب سے مقدم بھی ہے اس آیت کے مطالعہ سے بھی والدین کے حقوق اور درجات پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔

قرآن میں ایک مقام پر آیا ہے:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (البقرہ ۱۸۰)

تم پر یہ (عمل) فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں کے لئے معروف طریقہ سے وصیت کرے یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔

اس سے قبل کی آیت میں اس بات کی طرف اشارہ موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین اور رشتہ داروں کے مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں کو الگ الگ بیان کیا تھا یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب وراثت اور وصیت کا مرحلہ بیان کیا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کو قریب ترین رشتہ داروں سے بھی مقدم رکھ کر ان کے حقوق کی طرف اشارہ کیا۔ یہاں پھر حق کے معاملے میں ایک انسان کے والدین کو سب سے آگے لا کر اور عام رشتہ داروں کے بجائے قریب ترین رشتہ داروں کا ذکر کر کے جہاں موضوع کی مناسبت سے والدین کے مقام و مرتبہ کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے وہیں اس بات کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ وصیت کے معاملے میں تمام ہی رشتہ دار ایک انسان کے لئے حق دار قرار نہیں دیئے جا سکتے بلکہ یہاں صرف قریب ترین رشتہ دار ہی اس وصیت کے مستحق بنتے ہیں۔ جس کی توضیح و تشریح ہمارے یہاں کتابوں میں موجود ہے۔

البتہ یہاں یہ بات صاف ہوتی ہے کہ والدین کا درجہ اور ان کا مرتبہ قریب ترین رشتہ داروں سے بہت اہم اور اول ہے۔ قرآن پاک میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد کا ذکر کرتے ہوئے پھر اسی طرح درجہ بندی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ. قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ.

(البقرہ:۲۱۵)۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں۔ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو پس اپنے والدین پر۔ قریبی رشتہ داروں پر یتیموں اور مسکینوں پر اور مسافروں پر خرچ کرو۔ اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کے معاملے میں والدین کے حقوق کو مقدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھااور قریب ترین رشتہ داروں کے حقوق کو پھر حسب مراتب تمام لوگوں کے حقوق بیان کئے ہیں۔

قرآن کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو:۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ. (النساء)

مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔

اس آیت میں بھی والدین اور قریب رشتہ داروں میں حد بندی کر کے اور والدین کو قریبی رشتہ داروں سے مقدم رکھ کر ان کے مقام عظیم کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہاں ایک ضروری بات جو تحریر کرنی ہے وہ یہ ہے کہ بعض ترجمہ کرنے والوں نے یہاں اقربین کا ترجمہ رشتہ دار کیا ہے جبکہ (اقرب) اسم تفضیل ہے جس کے معنیٰ میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں اس کا ترجمہ محض رشتہ دار کرنے سے اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا ہے دوسری طرف درج بالا آیت کے تناظر میں یہ ترجمہ محل نظر بن جاتا ہے۔ کیوں کہ یہاں اس کا ترجمہ رشتہ دار کو روا رکھا جائے تو کیا کسی بھی رشتہ دار کے مرجانے پر ایک انسان کو ورثہ یا ترکہ کا حق مل سکتا ہے، جس طرح اس کے والدین کے ترکہ میں وہ حق دار ہوتا ہے۔ لہٰذ ایہاں قربیٰ اور اقربین کے ترجمہ کے فرق کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

قرآن نے ایک اور مقام پر اس کی صراحت کی ہے:۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط (النساء ۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ہم نے اس ترکہ میں حقدار مقرر کر دیئے ہیں جو والدین اور قریب ترین رشتہ دار چھوڑ دیں۔

یہاں پھر والدین اور قریب ترین کے فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر یہاں (اقربین) کا ترجمہ محض رشتہ دار کرنے سے ترجمہ کا حق ادا نہیں ہوتا ہے اب قرآن سے وہ مقام بیان کیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اقربین کے بجائے موقع ومحل کی مناسبت سے قربیٰ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

وَاعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ. (النساء:۳۶).

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ (بناؤ) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمھارے قید میں ہیں احسان کا معاملہ رکھو۔

درج بالا آیت دین اسلام کے دونوں شعبوں سے تفصیلی بحث کرتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے حق پر تفصیل ملتی ہے وہیں حقوق العباد کی بھی توضیح وتشریح ہو جاتی ہے۔ اسلام میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کر کے اس بات کو پھر واضح کیا ہے کہ ایک انسان کی زندگی میں اللہ کے بعد جو کوئی قابل تکریم ہے تو وہ والدین کی ذات ہے جس طرح عبادت کو اللہ کے لئے خالص کرنا ایک انسان کے لئے ضروری ہے ٹھیک اسی طرح اپنے والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ بھی اس پر فرض ہے اور اس کے معاً بعد وہ تمام لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آتے ہیں جن کے حقوق اس کے لئے واجب الادا قرار دیئے گئے ہیں۔

قرآن میں ایسے مقامات جہاں اللہ تعالیٰ نے انفاق اور خرچ کے معاملے میں والدین کا ذکر نہ کر کے ان کے مقام و مرتبہ کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ . (البقرہ:۱۷۷)

اور مال خرچ کرے اس کی محبت کے باوجود رشتہ داروں پر یتیموں پر مسکینوں پر اور مسافروں پر اور مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر۔

یہاں خرچ کے معاملہ میں والدین کا ذکر نہ ہونے پر ایک لمحہ کے لئے آدمی سوچ میں پڑ جاتا ہے کیونکہ اوپر درج کردہ تمام ہی مقامات پر والدین کو مقدم رکھ کر ان تمام لوگوں کے حقوق کی طرف اشارہ کیا گیا تھا لیکن یہاں جن امور میں مال خرچ کرنے کی بات کہی جارہی ہے وہاں والدین کا ذکر نہ ہونا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والدین کا شعبہ تمام چیزوں سے افضل ہے جن پر خرچ کرنے کی بات کہی جارہی ہے۔

یہاں قرآن کا وہ لطیف نکتہ موجود ہے جس کی رو سے وہ مال صدقہ زکوٰۃ اور خیرات کی شکل میں خرچ کیا جاتا ہے اس مال میں اس کے والدین کبھی شریک نہیں ہوسکتے کیونکہ صدقہ وزکوٰۃ کی رقوم کے مستحق کبھی والدین نہیں ہوسکتے بلکہ وہ خالص مال کے حق دار ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں ان کا ذکر نہ کر کے ان کے مقام کی طرف در پردہ اشارہ کیا گیا ہے۔ دوسری طرف قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ ساتھ اقربین کا بھی ذکر نہ کر کے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ اگر صدقات اور زکوٰۃ کے مصرف میں والدین کا حق شامل نہیں تو یہاں ان لوگوں کا بھی شمار نہیں ہوسکتا جو ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص کے قریب ترین رشتہ داروں میں شامل ہیں۔ جن میں، بیوی، بیٹا، بیٹی جیسے اقربین آتے ہیں یہاں پر یہ احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کا تعارف رشتہ دار کہہ کر کرواتا ہے تو یہ بات اس کے والدین کے حق میں سراسر ناشکری کے مترادف ہے بلکہ بے عزتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جو درجہ متعین کر دیا ہے وہ دیگر تمام رشتوں سے افضل ہے اس سلسلے میں قرآن ایک مقام پر یوں کہتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءِ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۔ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْراً فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا (النساء۱۳۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔

قرآن کے درج بالا مقام پر پھر اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے مقام و مرتبہ اور ان کی عظمت کو نہایت منفرد انداز میں بیان کیا ہے۔

اس آیت کریمہ پر بھی غور کیجئے:۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَاتُشْرِکْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ. حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْناً عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ، اِلَیَّ الْمَصِیْرُ. (لقمان۱۴۔۱۳)

یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اس نے کہا۔ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ حق یہ ہے شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

قرآن مجید میں جن متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کا ذکر کیا ہے درج بالا مقام ان میں سب سے منفرد ہے یہاں جب لقمان اپنے بیٹے کو خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کی تاکید کرتے ہیں اس نصیحت اور تاکید و تلقین کے درمیان ہی اللہ تعالیٰ حضرت لقمان کی بات کو روک کر ایک انسان کو اس کے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کرتے ہیں جس سے والدین کے مقام و مرتبہ پر وافر انداز میں روشنی پڑتی ہے۔

قرآن کی اتنی ساری تفصیلات کے بعد جب ہم حدیث کا رخ کرتے ہیں تو وہاں بھی اسی انداز کی تفصیلات ملتی ہیں جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

ایک مستند حدیث میں حضور ﷺ نے والدین اور اقربین کے حقوق کی طرف نہ صرف واضح اشارہ کیا ہے بلکہ مراتب کا خیال کرتے ہوئے درجہ بندی بھی کر دی ہے۔

عن بهزبن حكيم رضی اللہ عنہ عن ابيه عن جده قال قلت يارسول الله ﷺ من أبر قال امک فقلت ثم،قال امک قلت ثم قال امک قلت ثم قال اباک ثم الاقرب فالاقرب. (رواہ ترمذی وابوداؤد)

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں کس کے ساتھ نیکی کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ماں کے ساتھ۔ پھر میں نے کہا اس کے بعد کس کے ساتھ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کس کے ساتھ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باپ کے ساتھ۔ پھر اس کے بعد قریب ترین رشتہ داروں کے ساتھ پس قریب ترین رشتہ داروں کے ساتھ۔

اس مستند حدیث میں پھر والدین اور اقربین کی درجہ بندی کر کے حقوق العباد پر صراحتیں پیش کر دیں۔ جس سے والدین کے مقام و مرتبہ کو متعین کرنے میں کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا۔

اس طرح قرآن کے متذکرہ متعدد مقامات اور آخر میں حدیث کے حوالے نے اسلام میں والدین کے حقوق کو ہر لحاظ سے واضح کر دیا اور انسان کے لئے ماں باپ کا ایک عظیم مقام متعین کر دیا جس میں کسی قسم کا جھول نہیں۔ شک و تردد کی گنجائش نہیں۔

اب ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مشرک یا مومن ہونے کی بحث کی جائے تو ان تمام اشکالات کا خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے۔ جو اس درمیان حائل ہوئے ہیں۔ اور قرآن کے متذکرہ مقامات ایک جلیل القدر نبی کے والدین کے مقام کو متعین کرنے میں ہماری بھرپور رہنمائی کرتے ہیں۔

والدین میں والدہ کا مقام سب سے برتر ہے۔ تین بار ماں کا مقام تو چوتھی بار والد کا مقام بتایا۔ پھر نبی ﷺ کے والد چونکہ دو ماہ ہی زندہ رہے اور آپ ﷺ کو ان سے زیادہ مانوس ہونے کھیل کود کے مواقع نہ ملے اور والدہ زیادہ وقت رہیں جس سے ماں سے ہر طرح سے مانوس ہوئے ان کا پیار لاڈ دیکھا لہٰذا ماں کا حق زیادہ بتایا۔ ان کے ساتھ ساتھ حضور پاک ﷺ مدینہ تشریف لے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی والدہ حضرت آمنہ کے لئے معافی کی درخواست کی تھی۔
نبی آخر الزماں کو اللہ تعالیٰ خود معافی مانگنے کی تلقین کر رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ.

(محمد:۱۹)

پس اے نبی ﷺ خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔

اہم نکتہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام اور حضور کریم ﷺ جیسے جلیل القدر انبیاء کے والدین کے مومن ہونے کے سلسلے میں قرآن وحدیث کے جو مقامات رہنمائی فراہم کرتے ہیں ان میں ایک فیصلہ کن مقام وہ ہے جہاں ان برگزیدہ انبیاء کو اپنی آخری عمر میں اپنے اور مومنوں کے ساتھ اپنے والدین کے لئے بھی دعائے مغفرت کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے سلسلے میں وضاحت کی جا چکی ہے ان دونوں انبیاء کو ان کے ناموں کے حساب سے بالترتیب سورہ ابراہیم اور سورہ نوح میں متعلقہ دعا کے لئے کہا گیا ہے اور انھوں نے اپنی آخری عمر میں وہ دعا مانگی ہے لہٰذا اب موقع حضرت محمد ﷺ کے لئے تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سابقہ طرز کو جاری رکھتے ہوئے اس مناسبت سے سورہ محمد میں آپ کو یہ دعائیہ کلمات سکھائے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (سورہ محمد:۱۸)

اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔

سورہ محمد کی اس آیت سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ کو اپنے لئے اور مومنوں کے لئے تو دعا کرنے کا حکم دیا لیکن یہاں پر سورہ ابراہیم اور سورہ نوح کی طرح اپنے والدین کو دعا میں شامل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یقیناً اس بات نے نبی ﷺ کو فکر مند کر دیا ہوگا پھر آپ ﷺ نے اپنے رب سے جو دعا کی ہوگی اور اللہ کی اپنے محبوب سے جو راز و نیاز کی باتیں اور وحی خفی کا معاملہ رہا ہوگا اگرچہ اس کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں لیکن قرینہ بتاتا ہے کہ ایسا کوئی اندرونی راز و نیاز اور دعا و استجابت کا معاملہ ضرور رہا ہوگا۔

دوسری طرف قرآن وحدیث میں کہیں یہ صراحت موجود نہیں کہ آپ ﷺ نے سورہ محمد کی متعلقہ دعا مانگی ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذوق و اشتیاق کے پیش نظر سورہ محمد کی متعلقہ دعا کو بدل کر سورۂ مومنون میں آپ ﷺ کو اس انداز میں دعائیہ کلمات سکھائے۔

دعائیہ کلمات

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ (مومنون:۱۱۸)

اے محمد ﷺ کہو میرے رب درگذر فرما اور رحم کر اور تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے۔

سورہ مومنون کی یہ دعا سورہ محمد کے سابقہ دعائیہ کلمات سے کئی حیثیت سے جداگانہ، اہم اور معنویت سے بھرپور ہے۔ سب سے پہلے تو یہاں اللہ تعالیٰ نے قُلْ کی تاکید کے ساتھ دعا کو زیادہ اہم بنا دیا ہے تو دوسری طرف اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا میں مفعول کو ذکر نہ کر کے دعا کو نہ صرف یہ کہ کسی خاص شخصیت، افراد، اور گروہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے مخصوص ہونے سے محفوظ رکھا۔ بلکہ مفعول سے متعلق ذکر نہ کر کے اس دعا کو ان تمام لوگوں کے لئے خالص کر دیا جو اللہ کے علم میں کسی بھی صورت میں مومن اور دعا کے مستحق ہیں اس دعا کی خاص معنویت اس کا مفعول سے آزاد ہونا ہی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تمام لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت دیدی جو فی علم اللہ مومن رہے ہیں اور چاہے ان کا تعلق آپ ﷺ کی نبوت سے رہا ہو یا نہ رہا ہو۔ ظاہر ہے نبی کریم ﷺ کے والدین کو بھی آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں ملا پھر اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا انتقال اس ماحول میں ہوا جب اہل مکہ نے بت پرستی ترک کر کے خالص توحید پرستی اختیار کر لی تھی۔ لہٰذا اس دعا میں مفعول کے نہ ہونے سے اس کا اطلاق آپ ﷺ کے والدین پر بھی لازماً ہوگا۔ آپ ﷺ کے لئے یہ خصوصی اہتمام نہ صرف آپ ﷺ کے اللہ کے نزدیک محبوب ہونے کی واضح دلیل ہے بلکہ آپ ﷺ کے والدین کے انجام کی طرف بھی اس میں اشارہ موجود ہے۔

مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں کئی مقامات پر مفعول نہ ہونے کی معنویت کو بڑے موثر اور راست انداز میں بیان کیا ہے صرف دو مقامات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ.

پڑھو۔ اے نبی ﷺ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

مطلقاً پیدا کیا فرمایا گیا ہے یعنی یہ نہیں کہا گیا کہ کس کو پیدا کیا اس سے خود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اس رب کا نام لیکر پڑھو جو خالق ہے جس نے ساری کائنات کو اور کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد ششم، ص:۳۹۶)

(۲) المومن امن دینے والا۔ اصل میں المومن استعمال ہوا ہے۔ جس کا مادہ امن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کے معنیٰ خوف سے محفوظ ہونا ہے۔مومن وہ ہے جو دوسرے کو امن دے۔

اللہ تعالیٰ کو اس معاملہ میں مومن کہا گیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے۔اس کی خلق اس خوف سے بالکل محفوظ ہے کہ وہ کبھی اس پر ظلم کرے گا اس کا حق مارے گا یا اس کا اجر ضائع کرے گا یا اس کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کریگا۔

پھر چونکہ اس فاعل کا کوئی مفعول بیان نہیں کیا گیا ہے کہ وہ کس کو امن دینے والا ہے بلکہ مطلقاً المومن کہا گیا ہے اس لئے یہ مفہوم آپ سے آپ نکلتا ہے اس کا امن ساری دنیا ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کے لئے ہے۔(تفہیم القرآن،جلد ۵،ص:۴۱۴)

ان دونوں مقامات پر مفعول کی عدم موجودگی میں فاعل کی معنویت اور فقرے کی جامعیت پر مولانا مودودیؒ نے جو گراں قدر نوٹ لکھے ہیں اگر ان سے مومنوں کی متعلقہ دعا کو سمجھنے میں استفادہ کیا جائے تو دعا کی معنویت آپ سے آپ سمجھ میں آتی ہے۔ اور اس کے اطلاق پر بھی کوئی پس وپیش باقی نہیں رہتا۔

مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُوْلِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ. (التوبہ:۱۱۳)

نبی ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف اُولٰی قُربیٰ ہے۔ اَقْرَبُوْنَ ہے نہ اَقْرَبِیْن ہے اور نہ لِلْوالِدیا لِلْوَالِدَیْنَ ہے۔

نوح علیہ السلام کی دعا اپنے ماں باپ کے لئے

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِناً وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

اے میرے رب میری مغفرت فرما۔ میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔ اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوں ان کی مغفرت فرما اور تمام مومنین و مومنات کی مغفرت فرما۔ (نوح آیت: ۲۸ تدبر القرآن ۵۸۸۔۵۸۹)۔

میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے۔ اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف کر دے۔

(تفہیم القرآن، ششم ص: ۱۰۵، ۱۰۶)

ابراہیم علیہ السلام کی دعا ماں باپ کے لئے

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ، رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ. (ابراہیم: ۴۱)۔

اے ہمارے رب اور ہماری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنین کو اس دن بخش دیجیو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (تدبر قرآن ص: ۳۳۲)

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ، رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ. (ابراہیم ۴۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروردگار! میری دعا قبول کر۔ پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔ (تفہیم القرآن صفحہ نمبر ۴۹۱)

نبی آخر الزماں ﷺ کو اللہ تعالیٰ معافی مانگنے کی تلقین کر رہا ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد ۱۹)

پس اے نبی ﷺ خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔

نبی آخر الزماں دعا فرماتے ہیں اپنے والدین کے لئے

الحزب المنقول میں ایک نہایت جامع دعا منقول ہے اس کا اہتمام بھی باعث برکت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ بِهٖ نَبِیُّکَ ﷺ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِهٖ نَبِیُّکَ ﷺ.

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ.

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ،رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ.

رَبِّ الرَّحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْراً.رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ.رَبَّنَا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔اے اللہ میں تجھ سے اس بھلائی کا طالب ہوں جو تجھ سے تیرے نبی ﷺ نے مانگی ہے۔اور ان ساری چیزوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن کے شر سے تیرے نبی ﷺ نے پناہ ڈھونڈی ہے۔ پروردگار ہماری دعا کو شرف قبولیت عطا فرما۔ پروردگار میری مغفرت فرمادے۔میرے والدین کی مغفرت فرمادے۔اور اس روز سارے ہی مسلمانوں کو بخش دے جس روز حساب کتاب ہوگا۔

اے میرے رب: میرے ماں باپ دونوں پر رحم فرما جس طرح دونوں میرے بچپن میں (رحم وشفقت کے ساتھ) میری پرورش کی ہے۔

پروردگار ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کے خلاف کوئی کینہ کپٹ نہ ہونے دے جو ایمان لائے۔ ہمارے پروردگار بلاشبہ تو بہت ہی مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے پروردگار تو سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔تو ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کھانے والا ہے۔معصیت سے بچنے کی کوئی طاقت اور فرمانبرداری کی استطاعت کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتی سوائے اللہ کے جو بہت ہی بلند اور بڑی ہی عظمت والا ہے۔یہ میدان عرفات کی آخری دعا ہے۔ جس سے شرک کفر کی جڑ کٹ گئی ماں ہی نہیں۔ماں باپ دونوں کی مغفرت کی دعا کی ہے اور آپ ﷺ کی ولادت سے قبل والد عبداللہ کی وفات کا مسئلہ بھی ختم ہوگیا۔دونوں نے پالا پوسا تھا دونوں کے لئے رحم کی درخواست کررہے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت تمام انبیاء کرام میں ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ ان کی آزمائش بھری زندگی، قوت ایمانی اور دیگر متعدد صفات ان کو پیغمبرانِ خدا میں نمایاں کرتی ہیں، اسی مناسبت سے قرآن نے ان کی زندگی کے مختلف گوشوں کو متعدد مقامات پر بڑی تفصیل کے ساتھ اور نہایت موثر انداز میں بیان کر کے ان کی منفرد شخصیت کے خدوخال پیش کئے ہیں، قرآن کی ان تصریحات کے بعد اُن کی ذات و شخصیت اور زندگی سے متعلق کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تفسیر طلب اور تشنہ نظر آتا ہو لیکن ایک نبی جن کو اپنی منفرد ایمانی قوت کی بنا پر قرب الٰہی حاصل ہوا اور جو خلیل اللہ کے لقب سے جانے جاتے ہوں، ساتھ ہی آج دنیا کی آبادی کی اکثریت جن کو اپنا پیشوا تسلیم کرتی ہو، نیز جس کی زندگی کے مختلف مرحلوں پر کتاب اللہ کی صراحت موجود ہو، اس انتہائی برگزیدہ اور جلیل القدر پیغمبر خدا سے متعلق ہمارے یہاں یہ غلط تصور پایا جاتا ہے کہ ان کے والدین کافر اور دوزخی ہیں۔

اگرچہ اس بات کی حیثیت ایک غلط مفروضے سے زیادہ نہیں لیکن یہ غلط یقین ہماری تفاسیر اور دیگر دینی کتب میں اس قدر شدت سے بیان کیا گیا ہے اور اس غلط بات کو کتاب اللہ کے چند مقامات کی مبہم تفسیر کے ذریعہ تقویت پہونچانے کی اتنی کوشش کی گئی ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہ ہونے کے باوجود اس غلط تصور کو باطل ٹھہرانا اور اس کے مقابلہ میں حق بات پیش کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ غلط تصور ان مفسر قرآن اور اعلیٰ قرآنی بصیرت کے حامل علمائے کرام کے قلم سے نکلا ہے، یا ان کے قلم سے اسے تقویت پہونچی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کو صف اول کے مفسرین و ماہرین قرآن میں تسلیم کیا جاتا ہے اور جن کی ہر ایک بات اپنے آپ میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے دوزخی ہونے کا تصور اوپر سے چلا آرہا ہے جس کو بغیر کسی تحقیق کے ہمارے یہاں قبول کرلیا گیا ہے، اور سہولت کے پیش نظر اس بات کی سخن پروری کی گئی ہے جو ابن کثیر اور دیگر مفسرین کے یہاں موجود تھی پھر اس پر خالی الذہن ہوکر از سر نو تحقیق کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی اور نہ قرآن کے اسلوب اور آیات کی مطابقت پر توجہ کی گئی اگر ہمارے صف اول کے مفسرین کرام پیش رو مفسرین کی بات پر عقیدت اور ان کی تحقیق پر اکتفا کرنے کے بجائے تمام قسم کے پیشگی تصورات سے خالی الذہن ہوکر اس اہم معاملہ پر تحقیق کرتے تو قطعی ممکن تھا کہ اتنے ممتاز نبی کے والدین سے متعلق یہ غلط تصور اس قدر شدومد کے ساتھ ہمارے یہاں موجود نہ ہوتا۔ عام طور پر مفسرین نے قرآن کے جس مقام کو بنیاد مان کر ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو کافر قرار دیا ہے، وہ سورہ توبہ کی یہ آیات ہیں۔

(۱) مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ. وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ. (تفہیم القرآن، توبہ: ۱۱۳۔۱۱۴)

نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے جو دعائے مغفرت کی تھی وہ تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا، مگر جب اس پر یہ بات کھل گئی کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا۔ حق یہ ہے کہ ابراہیم بڑا رقیق القلب و خدا ترس اور بردبار آدمی تھا درج بالا آیت میں وقت کے نبی اور اہل ایمان کے لئے مشرک رشتہ داروں کی مغفرت اور پھر اس کے فوراً بعد ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ آزر کے لئے مغفرت کے ذکر کو بنیاد بنا کر مفسرین قرآن عام طور پر یہ استدلال قائم کرتے ہیں حالانکہ متذکرہ آیت سے صاف طور پر ابراہیم علیہ السلام کے والدین کا تصور قائم نہیں ہوتا ہے تو پھر ان آیات سے ان کے کفر و شرک پر استدلال کا کیونکر جواز پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے صف اول کے مفسرین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کا کفر ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی تاویلات پیش کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اعداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔ خواہ یہ دشمنان خدا ان کے ماں باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔

سورہ مریم میں ہے کہ جیسا ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد و عناد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔

سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ إِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيًّا. (مریم:۴۷)

یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا اس وعدے کے موافق آپ نے استغفار کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی کے صف اول کے مفسرین میں مولانا عثمانیؒ ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔متذکرہ آیات سے متعلق مولانا کی تفسیر سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمارے مفسرین نے اس مقام سے کس طرح استدلال کیا ہے۔حالانکہ یہاں نہ تو آیت کے ابتدائی حصہ میں والدین کا ذکر ہے نہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بعد کے حصے میں والدین کا تصور ہے بلکہ قرآن کا واضح الفاظ میں رشتہ دار کہنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہاں والدین کا کوئی تصور موجود نہیں ہے یہاں قربیٰ کی تشریح کرتے ہوئے۔ماں باپ کے الفاظ لانا اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا ذکر پا کر والدین کو شامل کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہمارے جمہور مفسرین نے اس مقام پر والدین (اقربین) قرابت داروں جیسے الفاظ میں معنیٰ ومفہوم کے لطیف لیکن اہم فرق کو ملحوظ نہ رکھنے ہی سے اس اہم موضوع پر غلط تاویلات کرنے میں عاجز رہے ہیں۔حالانکہ قرآن کے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے والدین۔اقربین اور قربیٰ کی درجہ بندی کر کے ان تینوں کو ایک دوسرے سے الگ اور والدین کو ان میں ممتاز کر کے الگ خانہ میں رکھا ہے۔لیکن یہ بہترین موقع تھا کہ قرآن کے ان تمام نصوص وقرائن کو ملحوظ رکھا جاتا اور ترجمہ وتشریح میں حفظ مراتب اور شانِ احتیاط کا خیال رکھا جاتا تو غیر ممکن تھا کہ اس طرح کی آزاد ترجمانی وتفسیر کا موقع درپیش آتا۔

کیونکہ قرآن نے ان تمام باتوں اور تمام تصورات کا لحاظ کرتے ہوئے ہی پہلے یہاں وقت کے نبی اور اہل ایمان کو مشرک رشتہ داروں کی مغفرت سے روکا ہے تو اسی اسلوب اور انداز بیان کو جاری رکھتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے باپ اور ان کی مغفرت کا ذکر کیا ہے۔

لیکن مفسرین کرام نے ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا ذکر پاتے ہی اس کو والد سمجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر والدین کو شرک اور کفر پر تاویلات پیش کرنا شروع کر دیں۔ اور آیت کے اسلوب اور انداز بیان سے یکسر صرف نظر کر دیا، اور اس بات کا خیال نہ رکھ سکے کہ آیت کی ابتداء میں رشتہ داروں کا ذکر کرنا اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو بطور مثال لانے کے کیا معنٰی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہاں آزر کو رشتہ دار کے مفہوم میں پیش کرنا اس کے ابراہیم علیہ السلام کے والد ہونے اور پھر ان کے والدین کے مشرک ہونے کی نفی کرنا ہے پھر یہ کہ لفظ (اب) کے معنی و مفہوم اور عربی زبان میں اس کے واضح اگر تمام امور پر توجہ کی جائے اور (القرآن یفسر بعضہ بعضا) کے مطابق قرآن کے ان تمام مقامات کا مطالعہ کیا جائے جہاں اللہ تعالیٰ نے والدین اقربین قربی کے معنٰی و مفہوم کی وضاحت اور ان کی درجہ بندی کی ہے تو یہ بات وثوق کے ساتھ عیاں ہوتی ہے کہ جس آیت کو بنیاد بنا کر ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے شرک کو ثابت کیا جاتا ہے وہاں آیت میں قرابت دار، قربیٰ لفظ سے کسی صورت میں والدین کا مفہوم عیاں نہیں ہوتا، اور نہ ہی قربیٰ پر والدین کا اطلاق ممکن ہے کیا آج بھی کوئی شخص یہ پسند کریگا کہ اس کے بیٹے سے اس کی نسبت رشتہ دار کی لگائی جائے یا اس کا بیٹا کسی سے اس کا یوں تعارف کرائے کہ یہ میرے رشتہ دار ہیں اگر کوئی والدین کے بارے میں کہے کہ یہ میرے رشتہ دار ہیں تو والدین کی یہ بے عزتی ہے اور کہنے والے اولاد کی بھی بے عزتی اور بے غیرتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین سے متعلق مروجہ تصور اس قدر غلط اور بے بنیاد ہے کہ اسے کہیں بھی قرآن کریم سے مطابقت حاصل نہیں۔

قرآن پاک نے نہایت احتیاط کے ساتھ اس مفروضے کی نفی کی ہے اور متعلقہ آیت میں رشتہ دار کے الفاظ لا کر اور دیگر مقامات پر رشتہ دار اور والدین کی درجہ بندی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر کے ہر لحاظ سے والدین کو ممتاز مقام عطا کیا ہے اس اہم معاملہ پر کسی قسم کی رائے زنی کرنے سے قبل قرآن کے ان تمام مقامات، انداز بیان اور اسلوب پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے تا کہ نہ صرف یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والدین سے متعلق یہ غلط تصور، باطل ٹھہرے بلکہ قرآن کا منشاء بھی بہتر انداز میں عیاں ہو۔ اس مقابلے میں قرآن کے انداز بیان اور اسلوب کے پیش نظر ان تمام باتوں کو ترتیب وار پیش کر کے قرآن کے منشاء کو پیش کیا گیا ہے اور والدین کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر قرآن پاک نے ہر جگہ والدین کا خانہ الگ اور مقدم کر کے (اقربین) ذوالقربیٰ کی درجہ بندی کی ہے۔

(۱) وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا آلِهَةً اِنِّيْ اَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ. (انعام:۷۴)

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ یاد کرو جبکہ اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ (تفہیم القرآن، ص ۵۵۳)

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے ساتھ اپنی قوم کو بھی گمراہی میں شامل کر کے کلام کیا ہے، اور اس کے باپ کا نام آزر بتلایا ہے۔

والد کا نہیں اب کا لابیہ کہا ہے۔ اور اسی لابیہ سے کہاں کہاں کلام کیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام سے۔

(۲) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يَا اَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا. (مریم: ۴۲).

جبکہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں۔

(۳) اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ (الممتحنہ:۴)

مگر ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ میں آپ کے لئے مغفرت کی درخواست ضرور کروں گا۔

(۴) واتل عليهم نبا ابراهيم. اذ قال لابيه وقومه ماتعبدون. (الشعراء ۶۹)

اور انھیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سناؤ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو۔

(۵) وما كان استغفار ابراهيم لابيه الاعن موعدة وعدها اياه (توبہ ۱۱۴)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے جو دعائے مغفرت کی تھی تو وہ اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا۔

(۶) اذ قال لابيه وقومه ماذا تعبدون. (صافات:۸۵)

جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کر رہے ہو۔

(۷) اذ قال لابيه وقومه ماهذه التماثيل التى انتم لها عكفون. (انبیاء:۵۲)

یاد کرو وہ موقع جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیں کیسی ہیں جن کے تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو۔

(۸) واغفر لابى انه كان من الضالين. (الشعراء:۸۶)

اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔

(۹) واذ قال ابراهيم لابيه وقومه انى برآءٌ مماتعبدون. (زخرف:۲۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم جن کی بندگی کرتے ہو ان سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

یہ سب جگہ تو ہوئے باپ ابراہیم علیہ السلام ہر جگہ لابیہ ،لابی کی تکرار ہے والد کا نام آزر نہیں بتایا اپنے ماں باپ کو بوالدیہ یابو الدی کہتا خدا تعالیٰ یہ سب جگہ ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں چچا باپ ہے بلکہ حضرت سارہ کا والد ہے آزر۔

(۱) وباالوالدین احسانا. اور والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔(بنی اسرائیل:۲۳)

(۲) وبالوالدین احسانا وذی القربیٰ والیتمیٰ المساکین.

اور والدین کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔(البقرہ:۸۳)

(۳) اِنْ تَرَکَ خَیْرَا لْوَصِیَّۃُ لِلْوَ الِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ.

وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں کے لئے معروف طریقہ سے وصیت کرے۔(البقرہ:۱۸۰)

یہ اصلی ماں باپ اور قریب ترین رشتہ دار ہیں مثلا بیوی، بیٹے، بیٹیاں، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہم۔

(۴) قُلْ مَآاَنْفَقْتُمْ مِنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ. (البقرہ:۲۱۵)

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو پس اپنے والدین پر قریبی رشتہ داروں پر۔

(۵) للرجال نصیب مما ترک الوالدان ولاقربون وللنساء نصیب مماترک الوالدان والاقربون. (النساء:۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔

(٦) ولکل جعلنا موالی مماترک الوالدان والاقربون. (النساء۳۳)۔

اور ہم نے اس ترکہ میں حقدار مقرر کر دیئے ہیں جو والدین اور قریب ترین رشتہ دار چھوڑیں۔

(۷) واعبدوا الله ولاتشرکوابه شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربی.

(النساء:۳٦)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اور قرابت داروں کے ساتھ۔

(۸) یاایهاالذین امنوا کونوقوامین بالقسط شهداء لله ولو علیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین. (النساء:۱۳۵)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو۔ انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔

(۹) ووصینا الانسان بوالدیه ان شکرلی ولوالدیک. (لقمان:۱۴)

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔

یہ سب جگہ اصل ماں باپ ہی اُن کو والدین کہا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر جگہ ماں باپ کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں کو بھی لگایا وہ بھی دور کے رشتہ دار نہیں بلکہ قریبی رشتہ دار اور قریب ترین رشتہ دار بتایا ہے جیسے وانذر عشیرتک الاقربین۔

اور اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈراؤ۔

بیٹی فاطمہ جیسی، پھوپھی صفیہ جیسی، چچا عباس جیسے کو کہا ہے۔

(۱۰) ووصینا الانسان بوالدیه حسنا. (العنکبوت:۸)

اور ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

(۱۱) ووصینا الانسان بوالدیه احسانا، حملته امه کرهاو وضعته کرها، وحمله وفصاله ثلثون شهراً. (احقاف:۱۵)

ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا، اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔

(۱۲) ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلیٰ والدی. (احقاف ۱۵)

میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں۔

(۱۳) والذی قال لوالدیه اف لکما (احقاف :۱۷)

اور جس شخص نے اپنے والدین سے کہا، اف تنگ کر دیا تم نے۔

(۱۴) ربنا اغفرلی ولوالدی (ابراھیم : ۴۱)

(۱۵) رب اغفرلی ولوالدی (نوح ۲۸)

سورہ ممتحنہ میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاقول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک ومااملک لک من اللہ من شئی. (الممتحنہ)

مگر ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ میں آپ کے لئے مغفرت کی درخواست ضرر کروں گا، اور اللہ سے آپ کے لئے کچھ حاصل کرلینا میرے بس میں نہیں ہے۔

تشریح:۔ ان کی یہ بات تقلید کے قابل نہیں کہ انھوں نے اپنے مشرک باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ کیا اور عملاً اس کے حق میں دعا کی اس لئے کہ کافروں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا اتنا تعلق بھی اہل ایمان کو نہ رکھنا چاہے۔

سورہ توبہ آیت ۱۱۳:۔ میں اللہ تعالیٰ کا صاف ارشاد ہے۔

ماکان لنبی والذین امنو ان یستغفرواللمشرکین ولوکانو اولی قربیٰ.

نبی کا یہ کام نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کو یہ زیبا ہے جو ایمان لائے ہیں کہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

پس کوئی مسلمان اس دلیل سے کافر عزیزوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا رہا یہ سوال کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کام کیسے کیا؟ اور کیا وہ اس پر قائم بھی رہے؟ اس کا جواب قرآن مجید میں ہم کو پوری تفصیل کے ساتھ ملتا ہے، ان کے باپ نے جب ان کو گھر سے نکال دیا تو چلتے وقت انھوں نے کہا تھا۔ **سلام علیک ساستغفرلک ربی** آپ کو سلام ہے میں اپنے رب سے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ (مریم ۴۷)

اسی وعدے کی بنا پر انھوں نے دو مرتبہ ان کے حق میں دعا کی ایک دعا کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورہ ابراہیم میں آیت ۴۱ پر ہے۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب.

اے ہمارے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب مومنوں کو اس روز معاف کر دیجیو جب حساب لیا جاتا ہے اور دوسری دعا سورہ شعراء آیت ۸۶ میں ہے۔

واغفر لابی انه کان من الضالین و لاتخزنی یوم یبعثون.

میرے باپ کو معاف فرمادے کہ وہ گمراہوں میں سے تھا اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جب سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ لیکن بعد میں جب ان کو یہ احساس ہو گیا کہ اپنے جس باپ کی مغفرت کے لئے وہ دعا کر رہے ہیں وہ تو اللہ کا دشمن تھا تو انھوں نے اس سے تبری کی اور اس کے ساتھ ہمدردی و محبت کا یہ تعلق بھی توڑ لیا۔

ما کان استغفار ابراهیم لابیه الاعن موعدة وعدهااياه فلما تبين له انه عد ولله تبرأمنه ان ابراهيم لاواه حليم۔ (التوبہ ۱۱۴)۔

اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنا اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھا کہ ایک وعدہ تھا جو اس نے اپنے باپ سے کر لیا تھا پھر جب اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن تھا تو اس نے اس سے بیزاری کا اظہار کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم ایک رقیق القلب اور نرم خو آدمی تھا۔ (تفہیم القرآن پنجم ۲۳۰۔۲۲۹)

مولانا مودودیؒ نے آزر باپ کے لئے دو مرتبہ دعا کرنے میں اصلی ماں باپ کی دعا کو بھی آزر ہی کے کھاتے میں ڈال کر ماں باپ کو بھی جہنم رسید کر دیا۔ مولانا مودودیؒ

واغفر لابی انه کان من الضالین.

اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح میں لکھتے ہیں:۔

بعض مفسرین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعائے مغفرت کی یہ توجیہ بیان کی ہے مغفرت بہر حال اسلام کے ساتھ مشروط ہے اسی لئے آں جناب کا اپنے والد کی مغفرت کے لئے دعا کرنا گویا اس بات کی دعا کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے۔لیکن قرآن مجید میں اس کے متعلق مختلف مقامات پر جو تصریحات ملتی ہیں وہ اس توجیہ سے مطابقت نہیں رکھتیں،قرآن کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے ظلم سے تنگ آ کر جب گھر سے نکلنے لگے تو انھوں نے رخصت ہوتے وقت فرمایا۔

سلام علیک ساستغفر لک ربی انه کان بی حفیا.(مریم آیت ۴۷)

آپ کو سلام ہے میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا وہ میرے اوپر نہایت مہربان ہے۔

اسی وعدے کی بنا پر انھوں نے یہ دعائے مغفرت نہ صرف اپنے باپ کے لئے کی بلکہ ایک دوسرے مقام پر بیان ہوا ہے ماں اور باپ دونوں کے لئے کی ہے۔

ربنا اغفر لی ولوالدی (ابراہیم آیت ۴۱)

لیکن بعد میں انھیں خود یہ احساس ہو گیا کہ ایک دشمن حق چاہے وہ ایک مومن کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔دعائے مغفرت کا مستحق نہیں ہے۔

وما کان استغفار ابراهیم لابیه الاعن موعدة وعدها ایاه فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه.(التوبہ آیت:۱۱۴)

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنا محض اس وعدے کی وجہ سے تھا جو اس نے اس سے کیا تھا مگر جب یہ بات اس پر کھل گئی کہ وہ خدا کا دشمن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا تو اس نے اس سے اظہار بیزاری کر دیا۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے یا چچا کا؟

اس سلسلے میں قصص القرآن جلد اول ص ۱۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

نام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ نسب۔ (ابراہیم خلیل اللہ) بن تارخ بن سام بن نوح علیہ السلام یہ تصریح توریت اور تاریخ کے مطابق ہے مگر قرآن عزیز نے ان کے والد کا نام آزر بتایا ہے۔

آزر کی تحقیق:۔ چونکہ تاریخ اور توریت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ بتاتے ہیں اور قرآن عزیز آزر۔

اس لئے علمائے کرام اور مفسرین نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو راہیں اختیار کی ہیں۔ ماخوذ از انبیاء کرام نمبر دعوت ۷ مئی ۱۹۸۹ء ص ۴۷ مگر قرآن عزیز نے ان کے والد کا نام آزر بتایا ہے اور یہی صحیح ہے اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی تو عبارت کچھ اس طرح نہ ہوتی۔

ادارہ نے قصص القرآن کی تلخیص پیش کی ہے۔ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

واذقال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصناما الهة.

وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے۔ کتنا غلط، افسوس بے سروپا باتیں۔

جس بات کو صاحب قصص القرآن اور ادارۂ دعوت صحیح قرار دے رہے ہیں وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قطعاً صحیح نہیں ہے غلط در غلط ہے اگر صحیح ہوتی تو قرآن پاک کی عبارت یوں ہوتی۔

واذ قال ابراهيم لوالده آزر اتتخذ اصناما الهة.

اور وہ واقعہ یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر سے کہا تھا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے۔

مگر جب ایسا نہیں فرمایا گیا تو ضرور کوئی خاص بات ہے انشاء اللہ ہم آگے پوری تفصیل سے اور واضح الفاظ میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ ثابت کر کے اس کو چچا یا اولی قربیٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور حقیقت حال سے آگاہ کریں گے تقریباً تمام ہی مفسرین کی غلط فہمی اور تضاد بیانی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

صاحب قصص القرآن نے ص ۱۳۳ جلد اول پر ایک نہایت قیمتی اور صحیح تر بات درج فرمائی ہے مگر وہ بھی صرف درج فرما کر رہ گئے ہیں اور کوئی توجہ انھوں نے نہیں دی ہے۔

ادارہ دعوت نے تو غضب ہی کر دیا کہ اس کا کوئی تذکرہ تک نہ کیا حالانکہ صحیح اور ضروری بات وہی ہے ہم اسے نقل کر رہے ہیں۔

ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور چچا کا نام آزر، اور چونکہ آزر ہی نے ان کی تربیت کی تھی اور بمنزلہ اولاد کے پالا تھا، اس لئے قرآن عزیز میں آزر کو باپ کہہ کر پکارا گیا ہے جیسا کہ نبی اکرم کا بھی ارشاد ہے۔

العم صنو ابيه چچا باپ ہی کی طرح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والد اور باپ کا فرق

قرآن پاک میں استعمالات کے لحاظ سے ابٌ کی جمع آباء استعمال ہے۔

ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی، قالوا نعبد الھک واله ابائک ابراھیم واسمٰعیل واسحق الھا واحدا. (البقرہ ۱۳۲)

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب اس دنیا سے رخصت ہو رہا تھا، اس نے مرتے وقت اپنے بیٹیوں سے پوچھا۔ بچو! میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟ ان سب نے جواب دیا ہم اس ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے (باپوں) بزرگوں ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام نے خدا مانا ہے اور ہم اس کے مسلم ہیں۔

مندرجہ ذیل آیت۔

واتبعت ملة ابائی ابراھیم واسحٰق ویعقوب.

اور میں نے اپنے (باپوں) بزرگوں ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

یہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو باپ کہا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے پردادا ہیں اور حضرت اسحٰق علیہ السلام دادا ہیں البتہ یعقوب علیہ السلام کو بھی باپ کہا گیا ہے حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ماجد ہیں۔

ایک اور مقام پر ہے: ملة ابیکم ابراھیم.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمھارا باپ کہا ہے۔ (انعام)

واذ قال ابراهيم لابيه آزر اتتخذ اصناما الهة۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرو جبکہ اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے۔

قرآن بھی آزر کو باپ کہتا ہے والد نہیں۔ لابیه آزر. حدیث بھی آزر کو باپ کہتی ہے۔ یلقی ابراهیم اباه آزر. ملاقات کریں گے ابراہیم اپنے باپ آزر سے

واغفر لابی انه کان من الضالین .(قرآن)

میرے باپ کو معاف کردے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔

فیقول له ابوه. پس کہے گا اس سے اس کا باپ

قرآن وحدیث کے ان مقامات پر آزر کے لئے ابٌ کا لفظ آیا ہے جس سے قرآن وحدیث کا منشا اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے پھر دوسری طرف اہم بات یہ ہے کہ قرآن کی طرح مندرجہ بالا حدیث میں بھی ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا ذکر تک نہیں ہے لہٰذا اس پورے معاملے میں جس طرح اس دعا کو ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب. بنیاد بنا کر ہمارے مفسرین کرام نے ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو مشرک اور دوزخی قرار دیا ہے۔

اب ہم ان مفسرین کرام کی قرآن فہمی پر بھی روشنی ڈالیں گے جنھوں نے آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے مگر مکمل طریقے سے اپنا مدعا بیان نہ کر سکے اور کیسے کر سکتے جبکہ حقیقت حال کچھ اور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن کثیر سورہ مریم کی تفسیر میں جس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب نے کیا ہے لکھتے ہیں:۔

آزر کی بدنصیبی:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر ان کے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہونچے گی کیونکہ آپ میرے والد ہیں بلکہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے، اسی وعدے کے مطابق آپ ان کے لئے بخشش طلب کرتے رہے۔

شام کی ہجرت کے بعد بھی، مسجد حرام بنانے کے بعد بھی، آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد آپ کہتے رہے ہیں کہ خدایا مجھے میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے، آخر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو، آپ ہی کی اقتداء میں پہلے پہل مسلمان بھی ابتدائے اسلام کے زمانے میں اپنے قرابتدار مشرکوں کے لئے طلب بخشش کی دعائیں کرتے رہے آخر آیت نازل ہوئی کہ بے شک ابراہیم قابل اتباع ہیں لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں۔

فرمایا:۔ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفر واللمشرکین. (ص۳۸)

نبی کو اور ایمان والوں کو مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنا چاہئے۔ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔لیکن جب آپ پر واضح ہوگیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہوگئے۔ ابراہیم علیہ السلام تو بڑے ہی خدا دوست اور علم والے تھے۔

علامہ ابن کثیر کی تحریر سے نہایت واضح الفاظ میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے چچا کا نہیں اور انھی کے لئے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کا وعدہ فرمایا تھا مگر جب ان پر واضح ہوگیا کہ وہ آزر خدا دشمن ہے دوزخی ہے تو آپ اس سے بری ہوگئے۔

ایک نہایت اہم سوال کہ بالفرض نعوذ باللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محترم والد آزر کے لئے وعدہ مغفرت کرلیا تھا۔اس وجہ سے دعائے مغفرت کرتے رہے۔

مگر کیا والدہ محترمہ سے بھی اسی قسم کا کوئی وعدہ کیا تھا، کیا والدہ محترمہ کے بارے میں بھی یہ واضح ہوگیا تھا کہ وہ نعوذ باللہ دشمن خدا تھیں اور دوزخی بھی کہ ان سے بھی وہ بری ہوگئے، کتنا غلط ہے یہ استدلال اور کتنا بھیانک ہے اس کا انجام اب وہ آیت بھی ملاحظہ کرلیں جس میں وعدہ مغفرت کیا تھا۔

قال سلام علیک،سا ستغفرلک ربی انه کان بی حفیا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے:۔

ابراہیم نے کہا میرا اسلام لو اب میں تمھارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔

مولانا مودودیؒ نے س کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

قال سلام علیک،ساستغفرلک ربی انه کان بی حفیا.

(تفہیم القرآن جلد دوم)(ص ۷۰/مریم)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: سلام ہے آپ کو میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کر دے۔ میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔

اسی طرح تدبر قرآن میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے بھی اس کے ترجمہ کو غائب کر دیا ہے فرماتے ہیں۔

قال سلام علیک، ساستغفر لک ربی انه کان بی حفیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا اچھا میرا سلام ہے میں آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت مانگوں گا وہ میرے حال پر بڑا ہی مہربان ہے (تدبر قرآن سورہ مریم ۔۴۷ص ۶۵۳)

مولانا نے ''س'' اور ''ان'' کے ترجمے کو غائب کر دیا ہے۔

زیر بحث دوسری آیت ملاحظہ ہو۔

الاقول ابراھیم لابیه لاستغفرن لک وماالملک لک من الله من شئی۔

مگر ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ سے اتنی بات کہ میں آپ کے لئے مغفرت مانگوں گا اگر چہ میں آپ کے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

(تدبر قرآن ممتحنہ ۴ص ۳۲۲۔۳۲۱)

مذکورہ آیات میں ''س'' کا ترجمہ اور ''ان'' کا ترجمہ برقرار نہ رکھنا لغت کے ساتھ ناانصافی کی علامت ہے۔

تدبر قرآن چہارم ص ۶۷۴ مریم میں خود فرماتے ہیں کہ عربیت کے اس قاعدے کو یاد رکھئے کہ زیادتی لفظ معنٰی کی زیادتی پر دلیل ہے پھر بھی اَنَّ کا ترجمہ مفقود ہے۔

بطور مثال مندرجہ ذیل آیت میں مولانا اصلاحیؒ ٹھیک ترجمہ کرتے ہیں۔

اناسنلقی علیک قولا ثقیلا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم تم پر عنقریب ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں۔

(۴) ساریکم دار الفسقین۔(اعراف:۱۴۵)

عنقریب میں تمھیں فاسقوں کے گھر دکھاونگا۔

(۵) قال ساوی الی جبل۔(ھود۴۳)

جواب دیا:۔میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں۔

(۶) الاقول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک. (الممتحنہ:۴)

مگر ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ میں آپ کے لئے مغفرت کی درخواست ضرور کروں گا۔(تدبر قرآن جلد ہشتم ص:۲۰)

سنلقی علیک قولا ثقیلا.

ہم تم پر عنقریب ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں یہ صحیح ترین ترجمہ ہے۔

خود مولانا امین احسنؒ صاحب نے سورہ ھود میں ص ۳۷۲ تدبر قرآن حصہ چہارم پر ساوی الی جبل یعصمنی من الماء. کا ترجمہ وہ بولا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچالیگا، ابھی مستقبل قریب کے معنیٰ میں بالکل صحیح ترین ترجمہ ہے۔

زیر بحث آیات کے سلسلے میں مولانا احمد رضا خاںؒ کا ترجمہ ملاحظہ ہو

قال سلام علیک ساستغفرلک ربی انہ کان بی حفیا.

(القران الحکیم سورہ مریم ص ۳۶۹۔۳۶۸)

کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے (س) کا ترجمہ اور (ان) کا ترجمہ بالکل ٹھیک کیا ہے۔

کچھ مولانا امین احسنؒ کے بارے میں:۔

قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انه کان بی حفیا.

(تدبر قرآن ص ۶۵۳ مریم ۴۷)

ابراہیم علیہ السلام نے کہا اچھا میرا اسلام ہے میں آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت مانگوں گا وہ میرے حال پر بڑا ہی مہربان ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر باپ آزر کا غصہ بھڑک اٹھا بولا ابراہیم تم میرے معبودوں سے برگشتہ ہو (آزر کی برہمی) رہے ہو اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو میں تمھیں سنگسار کر دوں گا اور اب بہتر ہے کہ تم میری نگاہوں سے دور ہو جاؤ اور کبھی مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ (ص ۶۵۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب باپ کو اتنا غضبناک دیکھا تو فرمایا کہ بہتر ہے اگر آپ کی رائے یہی ہے کہ میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں تو میرا اسلام لیجئے میں یہاں سے چلا، اب آپ سے تو کچھ کہنے سننے کی گنجائش رہی نہیں لیکن میں اپنے رب سے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا وہ میری بڑی خبر رکھنے والا ہے مجھے امید ہے کہ وہ میری دعا قبول کریگا۔

عربیت کے اس قاعدے کو یاد رکھنے کے باوجود کہ حروف کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی بر دلیل ہے پھر بھی زیر بحث آیات کے سلسلے میں اس قاعدے کے معنیٰ سے بے توجہی کی گئی ہے (السین) کہ فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنیٰ کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الا۔با۔سا۔کن۔النصر۔المعلی۔سند۔فن۔عن۔قریب۔فی۔الرب۔ا (السین) المنجد اول،ص،۲۵۰)۔لہٰذا صحیح یہی ہوسکتا ہے۔

ترجمہ:۔عنقریب میں آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا (نہ کہ کرتا رہوں گا) اور نہ ہی کرتے رہے)۔

معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے گھر سے نکلتے وقت آزر کی دعائے مغفرت کا جو وعدہ کیا ہے اور جس کی تکمیل انھوں نے مصر ہی میں اس کے گھر سے نکلنے کے بعد عنقریب ہی آزر کی زندگی ہی میں کرلی تھی جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے فوراً سورہ نجم میں کردی۔

وابراھیم الذی وفی۔(النجم ۳۷)۔

اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کردیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے مستقبل قریب ہی میں فوراً گھر سے نکلتے وقت وطن ہی میں اپنے اس وعدے کی تکمیل کردی جس کو یوں نقل کیا ہے۔

واغفر لابی انه کان من لضالین۔(الشعراء ۸۶)

میرے باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ آزر یعنی چچا کے لئے یہ دعائے مغفرت اس وعدے کی تکمیل وفا ہے جو انھوں نے اس کے گھر سے نکلتے وقت سا ستغفر ربی کی صورت میں کیا تھا۔یہاں بھی (کان) کے ترجمہ کو ہمارے مفسرین کے لئے نباہنا مشکل ہوگیا۔جب کان کا ترجمہ ''ہے'' کیا جاتا ہے تو اس موقع پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے یہ دعا اس کی زندگی میں مانگی تھی اور اگر (کان) کا ترجمہ (تھا) کیا جائے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے آزر کی موت کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دعا کی تھی اور اسکے پیش نظر مولانا مودودیؒ جیسے بالغ نظر مفسر قرآن تک اس ایک آیت۔ سورہ توبہ کے حاشیہ میں۔ واغفر لابی انه کان من الضالین.

اور میرے باپ کو معاف کردے بے شک وہ گمراہ لوگوں میں تھا۔ کا قلم پھینک ترجمہ کرتے ہیں۔

اور سورہ شعراء میں۔ واغفر لابی انه کان من الضالین، میں ترجمہ کرتے ہیں اور بے شک وہ گمراہ لوگوں میں ہے۔

اسی طرح مولانا امین احسنؒ اصلاحی جن کا شمار دور جدید کے نامور مفسرین میں ہوتا ہے۔

تدبر قرآن میں واغفر لابی انه کان من الضالین کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس کا سیدھا سادا مطلب ہے کہ آزر کے مرنے کے بعد دعائی ہے زندگی میں نہیں وہ گمراہ لوگوں میں سے تھا۔

پھر ہم ذرا تفصیل سے مولانا مودودیؒ و مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر کا مفصل جائزہ لیں گے۔ جس میں دونوں ہی صاحبان سورہ توبہ والی آیت نمبر ۱۱۴۔۱۱۳ اور تقریبا تمام ہی مفسرین نے قرآن کے جس مقام کو بنیاد مان کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو کافر قرار دیا ہے وہ سورہ توبہ کی آیات ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

ما کان للنبی والذین امنو سے لاواه حلیم.

نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے جو دعائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغفرت کی تھی وہ تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا مگر جب اس پر یہ بات کھل گئی کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا، حق یہ ہے کہ ابراہیم بڑا رقیق القلب وخدا ترس اور بردبار آدمی تھا۔

سلام علیک کان بی حفیا.

آپ کو سلام ہے میں آپ کے لئے اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کر دے وہ میرے اوپر نہایت مہربان ہے۔

اب رخ کیجئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف:۔

جنھوں نے آپ ﷺ کے والدین کو کافر بنانے میں اور جہنم پہونچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جو کہ آپ ﷺ کے والدین کے ذکر میں بات آچکی ہے۔

ما کان للنبی و الذین امنو سے لاواہ حلیم.

جس کا ترجمہ شیخ الہند مولانا محمد الحسنؒ اور تفسیر شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ کا ہے۔

سورہ مریم میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد وعناد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا تو آپ نے باپ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔

سلام علیک سے بی حفیا.

یعنی میں تیرے لئے خدا سے استغفار کروں گا اس وعدے کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے، چنانچہ دوسری جگہ واغفر لابی فرمانے کی تصریح ہے اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے نہیں یہ غرض نہیں تھی کہ اس کو توفیق دے کہ حالت شرک سے نکل کر آغوش اسلام میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آجائے اور قبول اسلام اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔

ان الاسلام یهدم ما كان قبله.

ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدے کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے گا اور بخشا جائے۔ پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعا و استغفار وغیرہ ترک کر دیا، پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب توبہ و رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوندا تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کرے گا مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا، اسی وقت ان کے باپ کی صورت مسخ ہو کر (ضبع کفتار) کی سی ہو جائیگی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں کیونکہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے، جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز ہے جو دوزخ میں پھینکی گئی پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔

نوٹ:۔ یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے جب کہ ابراہیم علیہ السلام شروع ہی سے کھلی ہوئی گمراہی میں آزر اور اس کی قوم کو مبتلا، سمجھتے اور کہتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ:۔

نوٹ:۔ بڑی ہی افسوسناک بات ہے کہ مولانا عثمانیؒ نے اولی قربیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کا درجہ دے کر دونوں کو جہنم رسید کر دیا اور آزر کو اللہ کے عذاب سے صاف بچالیا، متذکرہ آیات میں آزر کو آپ کے والدین قرار دے کر ان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے جبکہ آیات میں قرآن کا واضح الفاظ میں رشتہ دار کہنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آزر رشتہ دار تھا، والدین کا یہاں کوئی تصور موجود نہیں، یہاں (اولی قربیٰ) کی تشریح کرتے ہوئے ماں باپ کے الفاظ لازماً اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا بمعنی چچا کا ذکر پا کر والدین کو شامل کرنا نہایت ہی ناقص اور غلط قرآن فہمی ہے حالانکہ قرآن کے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ۔والدین۔اقربین۔اولی قربیٰ۔

کی درجہ بندی کر کے ان تینوں کو ایک دوسرے سے الگ خانہ میں رکھا ہے، جس کو ہم نے شروع ہی میں تحریر کر دیا ہے، لہٰذا قرآن کے ان تمام نصوص و قرائن کو ملحوظ رکھا جاتا اور تفسیر و تشریح میں حفظ مراتب اور شان احتیاط کا خیال کیا جاتا تو ممکن تھا کہ اس طرح کی آزاد ترجمانی و تفسیر کا موقع درپیش نہ آتا۔

متذکرہ آیت ہی ثابت کرتی ہے آزر والد نہ تھا چچا تھا، اسی طرح ہم پھر کچھ مفسرین کرام کے نمونے آپ کے سامنے پیش کریں گے کہ وہ بھی پیش رو مفسرین کی تقلید میں اپنے آپ کو بچا نہ سکے اور تحقیق و تطبیق کا دامن ایسے نازک موقع پر چھوڑ دیا۔

ملاحظہ ہو اہل حدیث محمد داؤد راز:۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے ہمارے مولا مجھے اور میرے ماں باپ کو اور تمام ایمانداروں کو حساب ہونے کے دن بخش دیجیو۔

تشریح:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والدین کے لئے دعا کی۔ یہ یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی ہی پر مرا ہے۔ جب ظاہر ہو گیا تو آپ والد سے بیزار ہو گئے پس یہاں آپ نے اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی خدا سے چاہی کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔ اہل حدیث محمد داؤد راز سورہ ابراہیم۔

تفسیر ماجدی ملاحظہ ہو:۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب.

اے ہمارے پروردگار میری مغفرت کر دیجیو اور میرے والدین کی اور دوسرے ایمان والوں کی جس روز حساب کتاب قائم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لئے اور مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کرنا تو ایک صاف اور سیدھی سی بات ہے البتہ شبہ اس میں پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے والد کے حق میں دعائے مغفرت کیسے کر دی؟ سو اگر یہ دعا آپ نے ان کی زندگی میں کی تھی جب تو آپ کی مراد یہی ہوگی کہ انھیں توفیق ہدایت دے کر ان کی مغفرت کا سامان کر دیا جائے، اور بعد وفات یہ دعا کی تھی تو یہ دعا ان کے ایمان کے علم الٰہی میں مشروط ہوگی۔ یعنی اے پروردگار اگر تیرے علم میں ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے تو ان کی مغفرت کر دے۔

زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک اقتضائے طبعی تھا اور مشرک والدین کے لئے دعائے مغفرت کا عدم جواز تو وحی الٰہی کے بعد ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوسکتا تھا نہ کہ اس سے قبل۔ تو اس پر صاحب بحرالمحیط خوش ہو کر کہتے ہیں۔

هو فی ذالک موافق لاهل السنة مخالف لمذهب الاعتزال.

(تفسیر ماجدی ص ۷۲۰) (سورہ ابراہیم ۴۱)

تدبر قرآن:۔

ربنا اغفرلی و لوالدی و للمومنین یوم یقوم الحساب.

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنین کو اس دن بخش دیجیو جس دن حساب قائم ہوگا۔

سب سے آخر میں اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور تمام اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کے متعلق قرآن کے متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ ہجرت کے وقت ان سے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا، اس وجہ سے ان کے شرک و کفر پر شدید اصرار کے باوجود ان کے لئے استغفار کرتے رہے بعد میں اللہ تعالیٰ نے جب اس سے روک دیا آپ رک گئے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا جو اوپر مذکور ہوئی ہے اس ممانعت کے وارد ہونے سے قبل کی ہے۔ (تدبر قرآن سورہ ابراہیم آیت ۴۱ ص ۳۳۴)

معارف پنجم:۔

ربنا اغفرلی و لوالدی و للمومنین یوم یقوم الحساب.

اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔ معارف پنجم سورہ ابراہیم ۵۹ ص

اس میں والدین کے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائی حالانکہ والد یعنی آزر کافر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا قرآن میں مذکور ہے۔

ہوسکتا ہے یہ دعا اس وقت کی ہو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں کی سفارش اور دعائے مغفرت سے منع نہیں کیا گیا تھا خوب رہا، جیسے دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے۔

واغفر لابی انه کان من الضالین. (معارف ۲۶۸)

نوٹ:۔ آزر کا کافر ہونا قرآن میں مذکور ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کافر ہونا قرآن میں مذکور نہیں ہے، نہ ان کی والدہ کے کافر ہونے کا کہیں ذکر ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے والدین مومن تھے اسی لئے بعد اپنے اور مومنین سے پہلے درمیان میں مغفرت بیان کی ہے۔

آزر آپ کا چچا تھا جو کافر تھا، آپ کا والد نہیں تھا ہوسکتا ہے کہ مطلب یہ ہوگا کہ اس جامع دعا میں ٹھیک بیچوں بیچ دو کافر ماں باپ کی دعائے مغفرت شامل ہے تو پھر کسی مومن کو یہ دعا نہ مانگنی چاہئے اس دعا میں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لئے والدین کے لئے، عام مومنوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور عام مومنوں کی دعائے مغفرت تو قبول کرلیں گے، مگر والدین کی مغفرت نہ فرمائیں گے کیوں کہ یہ دونوں کافر تھے،

حیرت کی انتہا نہیں ❁ افسوس کی کچھ حد نہیں

دعوت القرآن:۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب.

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو اس دن بخشی دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس دن حساب قائم ہوگا۔ (ص:۵۸)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے جو دعائے مغفرت کی تھی اس کی تشریح نوٹ توبہ ۲۱۰، ۲۱۱ میں گذر چکی ہے اس موقع پر مذکورہ نوٹ پیش نظر رہیں۔

اور جس دن حساب قائم ہوگا اس سے مراد قیامت کا دن ہے جب ہر شخص کی اللہ کے حضور پیشی ہوگی، اور اسے اپنی زندگی کا حساب پیش کرنا ہوگا مگر قرآن نے اس کو محفوظ کرلیا ہے (دعوۃ القرآن ابراہیم (ص:۸۶۶)

ملاحظہ ہو تشریح سورہ توبہ نوٹ ۲۱۰، ۲۱۱، ص:۶۸۷۔

تشریح فرماتے ہیں، صفحہ:۲۱۰۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے رخصت ہوتے وقت اس کے لئے معافی کی دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کا ذکر قرآن میں دوسرے مقامات پر ہوا ہے۔

سلام علیک سا ستغفرلک ربی انه کان بی حفیا.

سلام ہو آپ پر میں آپ کے لئے اپنے رب سے معافی کے لئے دعا کروں گا وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔

اس سے خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ مسلمان اپنے مشرک قرابتداروں کے لئے دعائے مغفرت کیوں نہ کریں اس شبہ کا یہاں ازالہ کردیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنا اس وعدے کی بنا پر تھا جو انھوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، لیکن جب ان پر یہ بات کھل گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے دعا کرنا ترک کردیا۔

مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے وعدے کے مطابق اس وقت تک دعا کرتے رہے جب تک کہ اس کے دشمن خدا ہونے کا پہلو روشن نہیں ہوا تھا، جب یہ پہلو روشن ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو انھیں محسوس ہوا کہ کسی مشرک کے لئے دعائے مغفرت کرنا صحیح نہیں ہے خواہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو یہ احساس پیدا ہوتے ہی وہ دعا کرنے سے رک گئے، ابراہیم علیہ السلام کا یہ بعد کا عمل ہی اسوہ ہے۔ دعوت القرآن سورہ توبہ ص ۶۸۷

وما كان استغفار ابراهيم لابيه الا عن موعدة وعدها اياه،فلماتبين له انه عدو لله تبرأ منه ان ابراهيم لاواه حليم۔ (سورہ توبہ آیت ۱۱۴ کنز الاعمال ص ۲۹۶۔۲۹۷

اس آیت کے شان نزول میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ممانعت فرمادی۔

(۲) سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی زیارت قبر کی اجازت چاہی اس نے مجھے اجازت دی پھر میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ دی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ما كان للنبی)

(یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے)

میں کہتا ہوں اقوال یہ وجہ شان نزول کی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث حاکم نے روایت کی اور اس کو صحیح بتایا، اور ذھبی نے حاکم پر اعتماد کر کے میزان میں ان کی تصحیح کی، لیکن مختصر المستدرک میں ذھبی نے اس حدیث کی تضعیف کی اور کہا کہ ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف بتایا ہے، علاوہ بریں یہ حدیث بخاری کی حدیث کے مخالف بھی ہے جس میں اس آیت کے نزول کا سبب آپ کا والدہ کے لئے استغفار کرنے کے باب میں یہ حدیث وارد ہوئی، اس کے علاوہ اور حدیثیں جو اس مضمون کی ہیں جن کو طبرانی اور ابن سعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ابن شاہین وغیرہ نے روایت کیا ہے وہ سب ضعیف ہیں، اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم دونوں چچاؤں کی حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں نمایاں فرق یہ ہے کہ دونوں نبیوں نے یعنی اقربین کے ناطے اپنے چچاؤں کو وحدانیت کی بھرپور دعوت دی، اور آخر وقت تک دیتے رہے، لیکن دونوں کا کافرانہ انداز یہ تھا کہ آزر تو اللہ اور ابراہیم علیہ السلام کا دشمن تھا اور دین الٰہی کا کٹر مخالف تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیتا اور گھر سے نکل جانے کے لئے کہتا۔

ابو طالب حضور اکرم ﷺ اور اسلام کے ہمدرد تھے ہر مصیبت اور تکلیف میں آپ ﷺ کے مونس و غم خوار تھے، لہٰذا حضور اکرم ﷺ وسلم نے آخری دم تک ان کو ایمان لانے کی دعوت دی لیکن ان کا خاتمہ کفر پر ہوا اسی طرح آزر کو بھی ہجرت کے وقت تک سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی نہ مانا عناد و سرکشی میں ڈوبا رہا اور اپنی قوم سے مل کر آپ کو آگ میں ڈالنے کی اسکیم بنانے لگا لہٰذا اس کا خاتمہ بھی کفر پر ہوا۔

ملاحظہ ہو آزر سے متعلق حدیث:۔

آخرت کی ملاقات باپ سے نہ کہ والدین سے۔

وعن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یلقی ابراهیم اباه آزر یوم القیامۃ وعلیٰ وجه آزر قترة وغبرة فیقول له ابراهیم الم اقل لک لاتعصنی فیقول له ابوه فالیوم لااعصیک فیقول ابراهیم یارب انک وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون، فای خزی اخزی من ابی الابعد، فیقول الله انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال لاابراهیم ماتحت رجلیک؟ فینظر فاذا هو بذیخ متلطخ فیوخذ بقوائمه فیلقیٰ فی النار ۔رواہ البخاری ص ۴۸۳ باب الحشر مشکوٰۃ دوم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے (نہ کہ اپنے والد تارخ سے) ملاقات کریں گے اس حال میں کہ آزر کا چہرہ رنج وغم سے سیاہ ہوگا اور اس پر دھول پڑی ہوگی، ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو، آزر ابراہیم علیہ السلام سے کہے گا آج میں تمھاری نافرمانی نہ کروں گا، ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھ کو اس روز ذلیل وخوار نہ کرے گا جس دن لوگوں کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جائیگا، پس اس سے زیادہ اور کون سی رسوائی ہوگی کہ میرا باپ خدا کی رحمت سے بہت دور ہے۔ خداوند فرمائیگا میں نے جنت کو کافروں کے اوپر حرام کر رکھا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائیگا اس چیز کو دیکھو جو تیرے دونوں پاؤں کے نیچے ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے تو آزر کیڑے کی شکل میں ہوگا جو مٹی اور گوبر میں لتھڑا ہوا ہوگا، آخر اس کے پاؤں کو پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

آزر کے برخلاف حضور اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کو آٹھ برس کی عمر سے نہایت مشفقانہ اور ہمدردی کے انداز میں پالا پوسا، زمانہ نبوت میں تاحیات کفار مکہ کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہے کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا پیار ومحبت میں کوئی کمی نہ کی، اپنے بیٹے علی ؓ کے مقابلے حضور ﷺ کو زیادہ اہمیت دی، لہٰذا آپ ﷺ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو دین کی دعوت دی، چچا ابو طالب کو آخری دم تک سمجھانے کی کوشش کی کہ چچا جان آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ میں خدا کے یہاں آپ کے حق میں بخشش کی سفارش کر سکوں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے ہدایت کا فیصلہ نہ تھا، اس لئے کفر کی حالت میں خاتمہ ہوا اس سلسلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حدیث ملاحظہ ہو۔

ابوطالب سے متعلق حدیث:۔

عن سعید بن المسیب عن ابیه قال لماحضر اباطالب الوفاة جاء ہ رسول الله ﷺ فوجدعنده اباجهل وعبدالله ابن ابی امیه بن المغیره، فقال رسول ﷺ یاعم قل لااله الا الله کلمة اشهدبهاعندالله فقال ابوجهل وعبدالله بن امیه یااباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب؟فلم یزل رسول الله ﷺیعرضهاعلیه ویعیدله تلک الکملة حتی قال ابوطالب آخرماکلمهم علیٰ ملة عبدالمطلب وابیٰ ان یقول لااله الا الله فقال رسول الله ﷺاما والله استغفرن لک مالم انه فانزل الله تبارک وتعالیٰ.

ماکان للنبی والذین آمنو ان یستغفر واللمشرکین ولوکان اولی قربی من بعد ماتبین لهم انهم اصحاب الحجم۔(توبہ)

وانزل الله تبارک وتعالیٰ فی ابی طالب فقال لرسول الله ﷺاِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۔ (قصص،مسلم)

ترجمہ۔حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ اپنے والد مسیّب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺان کے پاس آئے آپ نے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو ان کے پاس موجود پایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے تا کہ میں خدا کے یہاں آپ کے حق میں اس کلمہ کی گواہی دے سکوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے منہ موڑو گے، رسول اللہ ﷺ برابر ابوطالب کے سامنے یہ کلمہ پیش کرتے اور اپنی اسی بات کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب کی زبان سے جو آخری بات نکلی وہ یہی تھی کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہیں اور انھوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بخدا میں پھر بھی خدا سے آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے، تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا (توبہ)

ابوطالب کے مرنے کے بعد بھی حضور ﷺ نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی مگر دعا قبول نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے روک دیا تو آپ ﷺ رک گئے لہٰذا ابوطالب کو کفر پر مرنے کی حالت میں جہنم کا عذاب دیا جائے گا۔ جس کی شکل حدیث کی رو سے یہ ہوئی۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اهون اهل النار عذابا ابو طالب وهو منتعل بنعلين يغلى منهما دماغهٗ (مشکوٰۃ دوم)۔

ترجمہ:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ والوں میں سب سے ہلکا عذاب والا ابوطالب ہے اور وہ آگ کی دو چپلیں پہنے ہوں گے ان سے ان کا دماغ کھولے گا۔

دونوں چچاؤں کی زندگی قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارے سامنے ہیں، ایک پکا خدا کا دشمن اور کٹر نبی کا مخالف لہٰذا سخت سزا پا کر جہنم واصل ہوا۔

دوسرا چچا نبی کا انتہائی مشفق و ہمدرد مونس و غمخوار لیکن کافر لہٰذا ہلکے عذاب کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مستحق، نبیوں کے دونوں چچاؤں کا نمایاں فرق زیر بحث موضوع پر حقیقت کی نگاہ ڈالی جائے اور ذرا غور و تدبر سے کام لیا جائے تو تمام گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کرتا ہے انسان کو بھی اس نے پیدا کیا، اس کے لئے طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ والدین کو اس کی پیدائش کا ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد والدین کا درجہ و مقام ہے، حضور ﷺ کی مثال ہمارے سامنے ہے آپ ﷺ والدین ہی کے توسط سے پیدا ہوئے، لیکن حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ اللہ تعالیٰ نے مرحمت نہ فرمایا، چھ برس میں والدہ محترمہ کا انتقال ہوا، اس سے کم مدت میں یعنی ۲۸ ماہ یا دو ماہ میں آپ کے والد ماجد اس دنیا سے رخصت ہوئے اس امر میں بڑی حکمت خداوندی ہے، اللہ تعالیٰ کا عام طور پر یہ طریقہ رہا ہے اور اس کا یہ فطری انتظام رہا ہے کہ کسی بھی نبی کی نبوت سے قبل ہی اس کے والدین کو وفات دیدیتا ہے خصوصا (وہ نبی کے والدین) جن کے بیٹے نبی ہیں اور (والد) نبی نہیں ہیں، اس خصوصیت سے تین جلیل القدر انبیاء حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آخر الزماں حضور اکرم ﷺ کے والدین کو اپنے بیٹے کی نبوت کا زمانہ عطا نہیں کیا گیا۔ پھر جب ان تک اس نبی کی دعوت نہیں پہونچی تو ان کے لئے اس نبی پر ایمان رکھنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر اس نبی کی نبوت اور دعوت تک اس کے والدین زندہ رہیں تو لازماً وقت کا نبی سب سے پہلے ان ہی کو دعوت دے کر حجت پوری کرے اور اس موقع پر اس کے والدین اس کو بچہ سمجھ کر جھڑک دیں۔ اور اس کی دعوت کا انکار کردیں تو سراسر کفر کے مرتکب قرار پائیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کے سلسلے میں ہمیں معلوم ہے کہ دونوں نے اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا لہٰذا اس احتیاط کی غرض سے اللہ تعالیٰ کا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصول رہا ہے کہ اپنے نبی کی نبوت سے قبل ہی اس کے والدین کو مومن بالکلیہ بنا کر اور توحید پر خاتمہ کر کے ان پر حجت قائم کرنے کا موقع نہیں دیتا۔ بلکہ نبوت سے قبل ہی کے حالات میں توحید خالص پر ان کا خاتمہ بالخیر کر کے وقت کے نبی کو ان کی خوش انجامی کا اشارہ کر دیتا ہے تا کہ وہ انھیں اپنے ساتھ دعا میں شامل کرے اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی یہ نہیں پسند کرتا کہ اس کے ان جلیل القدر انبیاء کو جن لوگوں نے وجود بخشا ہے انھیں بغیر کسی دعوت و حجت کے جہنم رسید کر دیا جائے جبکہ وہ اس دعوت کے انکار کے مرتکب نہ رہے ہوں۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں آزر کے لئے بارہا (ابٌ) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور والد کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے اسی طرح مندرجہ بالا حدیث بھی قرآن ہی سے مطابقت کرتی ہے۔

ابٌ :۔ ابا کا اشارہ چچا کی طرف جاتا ہے والد۔ والدہ۔ والدین کی طرف نہیں جاتا۔ آزر اللہ کی دشمنی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت میں اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ قوم کے ساتھ ایک اسکیم کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جاتا ہے جس کی نشاندہی قرآن مجید میں یوں ہے۔

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ. فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ. وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ. فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔ (تفہیم القرآن صافات ۱۰۱۔۹۷)۔

انھوں نے آپس میں کہا اس کے لئے الاؤ تیار کرو اور اسے دہکتی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو، انھوں نے اس کے خلاف ایک کاروائی کرنی چاہی تھی مگر ہم نے ان کو نیچا دکھایا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کریگا اے پروردگار مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو اس دعا کے جواب میں ہم نے اس کو ایک حلیم بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

جس طرح آزر وقوم ابراہیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک چال چلی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو ناکام کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا عتاب بھی عذاب کی شکل میں ان پر نازل ہوا جس کا ثبوت سورہ توبہ کی اس آیت سے ملتا ہے۔

اَلَمْ یَاتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ وَقَوْمِ اِبْرَاهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ۔ (تفہیم القرآن سورہ توبہ آیت نمبر ۷۰۔ص ۲۱۳)

کیا ان لوگوں کو اپنے پیش رؤوں کی تاریخ نہیں پہونچی؟ نوح کی قوم، عاد کی قوم، ثمود کی قوم، ابراہیم کی قوم، مدین کے لوگ اور وہ بستیاں تھیں جنھیں الٹ دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ عذاب کی شکل واضح نہیں کی لیکن مندرجہ بالا آیت ہی سے اس کا بین ثبوت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن سے نکلنے کے بعد ہی ان کی قوم پر عذاب آیا اور تمام فنا ہو گئے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً. وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔اشارۃ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔

یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن سورہ شعراء آیت۔۱۰۳)

اس واقعہ میں نشانی کا ایک پہلو یہ ہے کہ قوم ابراہیم دنیا سے مٹ گئی اور ایسی مٹی کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ اس میں اگر کسی کو بقا نصیب ہوا تو صرف ابراہیم علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کے مبارک فرزندوں (اسماعیل واسحٰق) ہی کو نصیب ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس وقت اپنے چچا کے مکان کو چھوڑا اور ہجرت کے لئے رخت سفر باندھا جیسا کہ انبیاء کی سنت میں ہجرت بھی ایک سنت ہے اس وقت ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ اوران کے بھتیجے لوط تھے۔

اور مستند روایت بتاتی ہیں کہ یہ ڈھائی آدمیوں کا قافلہ جب مصر کے مقام پر پہونچا تو وہاں سارا کو ایک آزمائش سے گذرنا پڑا جس کے نتیجے میں انھیں ایک شہزادی شہرہ آفاق خاتون ہاجرہ ملیں جسے انھوں نے اپنے شوہر ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دیدیا، اور انھیں سے ان کی دعا کے نتیجے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام ان ہی دعاؤں کا نتیجہ ہیں جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آخری عمر میں بالترتیب سلسلہ وار مانگی ہیں جس کے سلسلے میں ہمارے مفسرین کرام کی تضاد بیانی اور قلم پھینک رویہ سامنے آتا ہے جس میں صف اول کے مفسرین۔

مولانا مودودیؒ۔ مولانا اصلاحیؒ۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔

جیسی مدبر شخصیتیں اور دیگر علماء شش وپنج وتذبذب کا شکار ہوئی ہیں۔ آزر کو چچا نہ کہتے ہوئے والد ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

ایک بار پھر ہم ان حضرات کی قرآن فہمی کو آپ کے سامنے روشن کریں گے۔

نمونۃً: پہلے تدبر قرآن کا مدبرانہ انداز ملاحظہ ہو:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ، وَالَّذِيْ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الضَّآلِّيۡنَ۔

ترجمہ:۔اوران کوابراہیم علیہ السلام کی سرگذشت سناؤ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھلا یہ تم کن چیزوں کی پرستش کرتے ہو۔اور وہ جس سے میں متوقع ہوں کہ جزا کے دن میرے گناہ معاف کریگا اور مجھے باغ جنت کے وارثوں میں سے بنا۔ (تدبرقرآن ص:۵۱۹سورۃ شعراء)

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ۔ بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وعدے کے ایفا کے معاً بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کی زندگی میں استغفار کرنے کا موقع نہ ملا تھا مگر جب وہ مرگیا تو مرنے کے بعد اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ قبول بھی نہیں فرماتے۔

آیئے مولانا مودودیؒ کا تفہیمی انداز ملاحظہ ہو:۔

فرماتے ہیں،ان کے باپ نے جب ان کو اپنے گھر سے نکال دیا تو چلتے وقت انھوں نے کہا تھا۔

سَلٰمٌ عَلَيۡكَ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ

آپ کو سلام ہے میں اپنے رب سے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ (مریم ۴۷ تفہیم القرآن)۔

اس وعدے کی بنا پر انھوں نے دومرتبہ اس کے حق میں دعا کی ایک دعا کا ذکر سورہ ابراہیم ص ۴۱ میں ہے۔

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَىَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔

پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاف کردیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعائے مغفرت میں اپنے باپ کو اس وعدے کی بنا پر شریک کرلیا تھا جو انھوں نے وطن سے نکلتے وقت کیا تھا۔ سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ۔ (مریم آیت ۴۷)

مگر بعد میں جب انھیں احساس ہوا کہ وہ تو اللہ کا دشمن تھا تو انھوں نے اس سے صاف تبری فرمادی۔ (التوبہ ۱۱۴)۔ (تفہیم القرآن ابراہیم ۴۱)

مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن ص ۴۹۹ الشعراء ۷۰ ص ۵۰۱۔۵۰۵۔۵۰۶۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ، اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاتَعْبُدُوْنَ.

اور انھیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سناؤ، جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ. وَالَّذِیْ هُوَ يُطْعِمُنِیْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِیْ يُمِيْتُنِیْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِیْ خَطِيْٓئَتِیْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ وَلَا تُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الشعراء ۷۷تا۸۷)۔

میرے تو یہ سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے، جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے، اور جب بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا، اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز جزا میں وہ میری خطا معاف فرمادے گا، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے دعا کی، اے میرے رب مجھے حکم عطا کر، اور مجھ کو صالحوں کے ساتھ ملا، اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما، اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جبکہ سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

تشریح:۔ بعض مفسرین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعائے مغفرت کی توجیہ بیان کی ہے کہ مغفرت بہر حال اسلام کے ساتھ مشروط ہے اس لئے آں جناب کا اپنے والد کی مغفرت کے لئے دعا کرنا گویا اس بات کی دعا کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے، لیکن قرآن مجید میں اس کے متعلق مختلف مقامات پر جو تصریحات ملتی ہیں وہ اس توجیہ سے مطابقت نہیں رکھتیں، قرآن کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے ظلم سے تنگ آ کر جب گھر سے نکلنے لگے تو انھوں نے رخصت ہوتے وقت فرمایا سَلٰمٌ عَلَیْکَ، سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا۔ (مریم ۴۷)

آپ کو سلام ہے میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا وہ میرے اوپر نہایت مہربان ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ:۔

(تدبر قرآن ص ۵۱۹۔ الشعراء ۶۹۔۷۰ ص ۵۲۶)

وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَاِبْرَاھِیْمَ، اِذْقَالَ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَاتَعْبُدُوْنَ.

اور ان کو ابراہیم علیہ السلام کی سرگذشت سناؤ، جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھلا یہ تم لوگ کن چیزوں کی پرستش کرتے ہو۔

فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ۝ اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ. وَالَّذِیْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هُوَيُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ٥وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَيَشْفِيْنِ ٥ وَالَّذِیْ يُمِيْتُنِیْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ٥
وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلِیْ خَطِيْٓئَتِیْ يَوْمَ الدِّيْنِ ٥رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ
بِالصّٰلِحِيْنَ ٥وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِيْنَ ٥وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ
جَنَّةِ النَّعِيْمِ٥وَاغْفِرْلِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ٥ وَلَاتُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ٥

یہ سب میرے تو دشمن ہیں بجز اللہ رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہ رہنمائی فرماتا ہے اور جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے، اور جو مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا، اور وہ جس سے میں متوقع ہوں کہ جزا کے دن میرے گناہ معاف کرے گا، اے میرے رب مجھے قوت فیصلہ عطا فرما اور مجھے زمرۂ صالحین میں شامل کر اور بعد والوں میں میرا نیک ذکر قائم رکھ اور مجھے باغ نعمت کے وارثوں میں سے بنا، اور میرے باپ کی مغفرت فرما بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا، اور جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے اس دن مجھے رسوا نہ کیجو۔

تشریح:۔ آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے جنت کی اور اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی وَلَاتُخْزِنِیْ الآیہ.

باپ کے حق میں ایک نہایت موثر سفارش ہے آدمی کے اعزہ واقربا بالخصوص ماں باپ کی رسوائی خود اس کی رسوائی کے ہم معنی ہوتی ہے۔اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے باپ کی بھی مغفرت فرما کہ اس کا جہنم میں پڑنا آخرت میں میرے لئے رسوائی کا سبب نہ بنے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا سے اپنے باپ کا حق انتہائی دلسوزی کے ساتھ ادا کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون عدل بالکل بے لاگ ہے، باپ کے حق میں ان کی دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ بعد میں آپ کو اس کے لئے دعا کرنے سے بالکل روک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ. اس اعتبار سے آزر سے زیادہ خوش قسمت کون تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا فرزند عطا فرمایا لیکن جب وہ بھی اپنے باپ کے کچھ کام نہ آسکے تو تا بہ دیگراں چہ رسد۔

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ o وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ o وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ o (الشعراء ۷۸۔۸۲)

جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر وہ میری رہنمائی فرماتا ہے، اور وہ کہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے جو مجھے موت دے گا، پھر زندہ کرے گا اور وہ کہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جزا کے دن میری خطائیں بخشے گا۔

نوٹ:۔ یہ ساری باتیں معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان برائت میں بھی موجود ہیں جو انھوں نے اپنی قوم سے علیحدگی کے وقت کیا ہے۔

(تدبر قرآن سورہ نجم ص ۷۹ سے)

مولانا مودودیؒ:۔

تفہیم القرآن صافات، ص ۲۹۱) اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (۸۵) قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ o وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ o قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ o فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ o وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ o (۹۵ تا ۱۱۱)

جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہو؟ (۵۸) اس نے کہا کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو، انھوں نے آپس میں کہا، اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اس دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو، انھوں نے اس کے خلاف ایک کارروائی کرنی چاہی تھی مگر ہم نے انھیں کو نیچا دکھا دیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کریگا، اے پروردگار مجھے بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے (۵۶) ہو، اس دعا کے جواب میں ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔ (۵۷)۔

تشریح (۵۳) سورہ انبیاء آیت ۶۹)، میں الفاظ یہ ہیں قُلْنَا يَانَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ) ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو، اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام کے لئے، (اور سورہ عنکبوت ۲۴) میں ارشاد ہوا ہے فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ پھر اللہ نے اس کو آگ سے بچالیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے بسلامت نکال دیا، آیت کے یہ الفاظ کہ انھوں نے اس کے خلاف ایک کارروائی کرنی چاہی تھی مگر ہم نے انھیں نیچا دکھا دیا، اس معنی میں نہیں لئے جاسکتے کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنا چاہا تھا مگر نہ پھینک سکے، بلکہ مذکورہ بالا آیات کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے اس کا صاف مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگ میں پھینک کر انھیں ہلاک کر دینا چاہتے تھے مگر نہ کر سکے اور ان کے معجزانہ طریقہ سے بچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی، برتری ثابت ہوگئی اور مشرکین کو اللہ نے نیچا دکھا دیا، اس واقعہ کو بیان کرنے سے اصل مقصود قریش کے لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ جن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر تم فخر کرتے ہو ان کا طریقہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ تھا جو تم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ وہ تھا جسے محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں۔ اب اگر تم ان کو نیچا دکھانے کے لئے وہ چالیں چلو گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کے ساتھ چلی تھیں تو آخر کار نیچا تم ہی دیکھو گے، محمد ﷺ کو نیچا تم نہیں دکھا سکتے۔

(۵۴) آگ سے بسلامت نکل آنے کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک سے نکل جانے کا فیصلہ کیا تو چلتے وقت یہ الفاظ کہے۔

(۵۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی خاطر نکل رہا ہوں کیونکہ اس کا ہو جانے کی وجہ سے میری قوم میری دشمن ہو گئی ہے ورنہ کوئی دنیوی جھگڑا میرے اور اس کے درمیان نہ تھا کہ اس کی بنا پر مجھے اپنا وطن چھوڑنا پڑ رہا ہو، نیز یہ کہ میرا دنیا میں کوئی ٹھکانا نہیں ہے جس کا رخ کروں، تن بتقدیر بس اللہ کے بھروسے پر نکل رہا ہوں جدھر وہ لے جائے گا اسی طرف چلا جاؤں گا۔

(۵۶) اس دعا سے خود بخود یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت بے اولاد تھے، قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر جو حالات بیان کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف ایک بیوی اور ایک بھتیجے (حضرت لوط) کو لے کر ملک سے نکلے تھے، اس وقت فطرۃً آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ کوئی صالح اولاد عطا فرمائے جو اس غریب الوطنی کی حالت میں آپ کا غم غلط کرے۔

(۵۷) اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ دعا کرتے ہی یہ بشارت دے دی گئی، قرآن مجید ہی میں ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ. شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق عطا فرمائے (سورہ ابراہیم آیت ۳۹) اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اس بشارت کے درمیان سالہا سال کا فصل تھا، بائبل کا بیان ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ برس کی تھی، (پیدائش ۱۶۔۱۶) اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سو برس کی (۵:۲۱)۔

مولانا امین احسن اصلاحی:۔

تدبر قرآن صفت ص ۲۹۱۔ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (۸۵) قَالَ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ (صفت ۹۵۔۱۰۱)

جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھلا تم لوگ کس چیز کو پوجتے ہو؟

اس نے کہا کیا تم لوگ اپنے ہی ہاتھوں کی گڑھی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تم کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم بناتے ہو، انھوں نے کہا، اس کے لئے ایک مکان بناؤ پس اس کو آگ میں جھونک دو، پس انھوں نے اس کے ساتھ چال کرنی چاہی تو ہم نے انہی کو نیچا دکھایا اور اس نے کہا۔

میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، وہ میری رہنمائی فرمائے گا، اے میرے رب مجھے اولاد صالح عطا فرما، تو ہم نے اس کو ایک بردبار فرزند کی بشارت دی۔ (۹۵۔۱۰۱)

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حقیقت اور ان کے کمال اخلاص و توحید کے بیان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے ان کی اس دعوت کا حوالہ ہے جو انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو دی۔

مَاذَا تَعْبُدُوْنَ:۔ کے الفاظ تحقیر پر دلیل ہیں۔ یعنی انھوں نے ان کو ملامت فرمائی کہ بھلا یہ کیا بے حقیقت چیزیں ہیں جن کو تم لوگ پوج رہے ہو۔ اَتَعْبُدُوْنَ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو یہ ملامت اس وقت کی ہے جب انھوں نے ان پر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، حجت تمام کر لی ہے، انھوں نے فرمایا کہ شامت زدو، تم اپنے ہی ہاتھوں کی گڑھی ہوئی، لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرتے ہو! اللہ کی پوجا تو اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے لیکن تمھاری عقل اس طرح ماری گئی ہے کہ تم جن خدا کو اپنے ہاتھوں تراشتے ہو انھیں کی پوجا کرتے ہو، گویا اپنے خالقوں کے خالق تم خود ہو یا درکھو اللہ ہی ہے جس نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان لکڑیوں اور پتھروں کو بھی پیدا کیا ہے جن سے تم اپنے معبودوں کو تراشتے ہو اور ان جنات و ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہے جن کے تم پیکر تراشتے ہو، بعض متکلمین نے وما تعملون سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے افعال و اعمال کا بھی خالق ہے، اس آیت سے یہ استدلال ہمارے نزدیک بالکل بے محل ہے، ہم نے اس کی صحیح تاویل واضح کر دی ہے اس وجہ سے اس کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس واضح مخالفت کے بعد معبد کے ذمہ داروں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ان کو آگ میں جلا دیں لیکن یہ کام انھوں نے علانیہ کرنے کے بجائے ایک خفیہ چال کے ذریعے سے کرنا چاہا، یہ بات فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا (پس انھوں نے اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ایک چال کرنی چاہی) سے واضح ہوتی ہے کید کی شکل اختیار کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قابو سے باہر نہ نکل سکیں اور اس کا بھی امکان ہے کہ کسی علانیہ اقدام کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی طرف سے کسی مزاحمت کا اندیشہ رہا ہو، بدویانہ دور زندگی میں خاندانی عصبیت بڑی اہمیت رکھنے والی چیز تھی، چنانچہ قریش آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک مدت تک کوئی علانیہ اقدام کرنے سے اسی اندیشہ کے سبب سے ہچکچاتے رہے۔

یہ سوال کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی ایک مشکل سوال ہے قرآن اور تورات میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس کی روشنی میں اس سوال کا قطعی جواب دیا جا سکے زیر بحث آیات سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ بت خانے کے پروہتوں نے یہ اسکیم بنائی کہ ایک آتشکدہ بنا کر اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی بہانے لے جایا جائے، اور پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے قرآن کے دوسرے مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کو آگ میں ڈالا بھی گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و رحمت سے انکو آگ کے ضرر سے محفوظ رکھا اور دشمنوں کی چال ناکام ہوئی۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ. ۹۹)

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر وہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا، ہجرت کا فیصلہ ایک بڑا اہم فیصلہ ہوتا ہے نبی اپنے ماحول سے کٹ کر ایک بالکل نئے ماحول میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کچھ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ نیا ماحول اس کے لئے سازگار ثابت ہوگا یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناسازگار، اس وجہ سے اس راہ میں اس کا تمام اعتماد اللہ تعالیٰ ہی کی دستگیری و رہ نمائی پر ہوتا ہے، یہاں سَیَهْدِیْنِ کے لفظ سے اسی اعتماد کا اظہار ہو رہا ہے کہ اگرچہ حالات بالکل پردے میں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ رہنمائی فرمائے گا، اس کا وعدہ ہے کہ جو لوگ اس کی راہ میں جدوجہد کریں گے وہ ان کے لئے راہ کھولے گا۔

رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصّٰلِحِیْنَ.

اپنے خویش واقارب اور خاندان وقبیلہ سے کٹنے کے بعد سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ اچھے ساتھی ہیں، چنانچہ ہجرت کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی کہ اے رب ان برے لوگوں کی جگہ تو مجھے اچھے ساتھی دے، حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا میرے نزدیک صرف صالح اولاد ہی کے لئے نہیں بلکہ اچھے رفیقوں اور مددگاروں کے لئے بھی تھی، جن میں صالح اولاد بدرجۂ اولیٰ شامل ہے۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ.

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ان کو ایک فرزند کی ولادت کی خوش خبری دی گئی، اس فرزند سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں اس کے بعض وجوہ بالکل واضح ہیں۔

اس کی اول وجہ یہ ہے کہ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس وقت اکلوتی اولاد تھے جس کے لئے انھوں نے دعا فرمائی تھی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے متعلق اس کے محل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا نہیں فرمائی تھی بلکہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے انعام کے طور پر ان کو عطا ہوئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آگے ان کی قربانی کا ذکر آ رہا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قربان حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کیا نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اس واقعہ میں یہود نے جو تحریفات کی ہیں ان کا پردہ استاذ امام رحمۃ اللہ علیہ نے رسالۂ ذبیح میں پوری طرح چاک کر دیا ہے، تفصیل کے طالب اس کا مطالعہ فرمائیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فرزند کی صفت یہاں حلیم آئی ہے، یہ صفت ان کی اس عزیمت واستقامت کی تعبیر ہے، جس کا مظاہرہ انھوں نے باپ کی چھری کے نیچے کیا اور جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو صادق الوعد، صابر اور حلیم کے القاب سے نوازا، یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ بعینہٖ یہی صفت حلیم قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی آئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی صفات کے سب سے زیادہ نمایاں مظہر تھے۔ (اشرفی قرآن مجید ص ۳۱۴۰ سورہ ابراہیم آیت ۳۹۔۴۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ. اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ.

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔

تمام حمد وثنا خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق (دو بیٹے) عطا فرمائے، حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے، اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام کرنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی (بعضوں کو) اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے اور ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب کے قائم ہونے کے دن۔

تشریح ۵۔ کہ عطائے اولاد کے متعلق میری دعا قبول کی

۶۔ چونکہ مجھ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ میری اولاد میں غیر مومن بھی ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے اس لئے ساری اولاد کے لئے دعا نہیں کر سکتا۔

۷۔اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کی کئی دعائیں بجز مغفرت والدین کے سب قبول ہوئیں، اول مکہ کو امن والا بنایا، چنانچہ وہ اس طرح قبول ہوئی کہ وہ حرم ہو گیا، جس میں قتل وغارت حتی کہ وحوش اور بعض نباتات کا تلف کرنا بھی حرام ہو گیا، دوسری دعا اپنے اور اپنی اولاد کے شرک سے محفوظ رہنے کی تھی، وہ اس طرح قبول ہوئی کہ ان کے خاص صلبی فرزند اس سے محفوظ رہے، پس اولاد الاولاد کے شرک سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا، خود ابراہیم علیہ السلام شرک سے ابتدا سے منزہ چلے آتے تھے اپنے لئے جو شرک سے محفوظ رہنے کی دعا کی تو اس سے دوام حفظ مقصود تھا، پھر یہ کہ دوام حفظ بھی بوجہ نبوت وعصمت کی یقینی تھا پھر اس کی طلب کے کیا معنی، جواب یہ ہے کہ عصمت کا لزوم بتوفیق الٰہی ہے۔ امر طبعی نہیں اس لئے طلب حفظ ضروری ہے، تیسری دعا پابندی نماز کے لئے تھی یہ بھی قبول ہوئی کی اولاد میں بہت سے عابد بلکہ سید العابدین ہوئے، چوتھی دعا بھی قبول ہوئی، چنانچہ اول قبیلہ جرہم نے وہاں آکر سکونت اختیار کی، پھر مختلف زمانوں میں لوگ مختلف مقامات سے آکر وہاں بسا گئے، پانچویں دعا پھلوں کے لئے تھی یہ دو طرح سے قبول ہوئی، ایک طائف میں پیداوار کی کثرت دوسرے اور بلاد وامصار سے آمد۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف القرآن ص ۲۶۷۔ (سورہ ابراہیم آیت ۳۹ تا ۴۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ. اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ. رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔

تمام حمد وثنا خدا کے لئے (سزاوار) ہے، جس نے مجھ بڑھاپے میں اسمٰعیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسحٰق (دو بیٹے) عطا فرمائے، حقیقت میں میرا رب دعاء کا بڑا سننے والا (یعنی قبول کرنے والا ہے) کہ عطاء اولاد کے متعلق میری یہ دعاء (رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ) قبول کر لی پھر اس نعمت کا شکر ادا کر کے آگے بقیہ دعائیں پیش کرتے ہیں) اے میرے رب (جو میری نیت ہے اپنی اولاد کو بیت محرم کے پاس بسانے سے کہ وہ نمازوں کا اہتمام رکھیں) اس کو پورا کر دیجئے، اور جیسا ان کے لئے اہتمام نماز میرا مطلوب ہے اسی طرح اپنے لئے بھی مطلوب ہے، اس لئے اپنے اور ان کے دونوں کے لئے دعا کرتا ہوں، اور چونکہ مجھ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان میں بعض غیر مومن بھی ہوں گے اس لئے دعا سب کے لئے نہیں کر سکتا ہوں، پس ان مضامین پر نظر کر کے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو بھی نماز کا خاص اہتمام کرنے والا رکھئے، اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو نماز کا اہتمام رکھنے والا کیجئے، اے ہمارے رب اور میری یہ دعا قبول کیجئے (اور) اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کو بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن یعنی قیامت کے روز سب مذکورین کی مغفرت کر دیجئے۔

تشریح:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ. اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاءِ.

اس آیت کا مضمون بھی اس کا تکملہ ہے، کیونکہ یہ دعاء کے آداب میں سے ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خصوصیت سے اس جگہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کیا کہ شدید بڑھاپے کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر اولاد صالح حضرت اسمٰعیل اور اسحٰق علیہما السلام عطا فرمائے۔

اس حمد و ثنا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ بچہ جو بے یار و مددگار چٹیل میدان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں چھوڑا ہے آپ ہی کا عطیہ ہے آپ ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے، آخر میں حمد وثنا کا تکملہ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ سے کیا گیا یعنی بلاشبہ میرا پروردگار دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس حمد وثنا کے بعد پھر دعاء میں مشغول ہو گئے اور فرمایا رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ. جس میں اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے نماز کی پابندی پر قائم رہنے کی دعا کی اور آخر میں پھر بطور الحاح کے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری یہ دعا قبول فرمایئے۔

آخر میں ایک جامع دعا فرمائی۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ.

یعنی اے میرے پروردگار! میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما، اس دن جب کہ محشر میں تمام زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔

اس میں والدین کے لئے بھی مغفرت کی دعاء فرمائی، حالانکہ والد یعنی آزر کا کافر ہونا قرآن میں مذکور ہے ہوسکتا ہے کہ یہ دعا اس وقت کی ہو جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں کی سفارش اور دعائے مغفرت سے منع نہیں کیا گیا تھا، جیسے دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے وَاغْفِرْلِاَبِیْ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ.

بڑی ہی حیرت کا مقام ہے ایک معمولی عقل وشعور والا آدمی بھی دونوں دعاؤں میں فرق کرسکتا ہے سورہ شعراء والی دعا صرف اور صرف آزر کے لئے تھی جب گھر سے نکلتے وقت اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس وعدہ کی تکمیل بھی فوراً وطن ہی میں کر لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ. اس دعا میں نہ والد ہیں اور نہ والدہ کا کوئی ذکر ہے نہ خود کے لئے ہے نہ مومنین کا کوئی ذکر جبکہ آخر عمر کی کی گئی یہ دعا ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ. یہ دعا بھی اگر آزر کے لئے ہوتی تو ان کو تو کیا کسی بھی مومن مسلمان کو یہ دعا مانگنے کی اجازت نہیں ملتی، معاً اپنے بعد اور مومنوں سے پہلے ایک مشرک خدا کو بیچ میں کیسے شامل کر سکتے ہیں، جبکہ والدی کا صیغہ دونوں کے لئے یعنی والد۔ والدہ کے لئے ہے۔

لِاَبِیْ بمعنی چچا ہوا، اور ولوالدی بمعنی والدین ہوئے۔

دونوں صیغے ایک ہی شخصیت کے لئے ہرگز استعمال نہیں ہو سکتے ہیں اور پھر سورہ ابراہیم کی دعاؤں کا تسلسل اور شان احتیاط سے بھی یہ ظاہر ہے بقول مولانا مودودیؒ اس دعا سے خود بخود یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت بے اولاد تھے قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر جو حالات بیان کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف ایک بیوی اور بھتیجے لوط کو لے کر ملک سے نکل گئے تھے، اس وقت فطرتاً آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ کوئی صالح اولاد عطا فرمائے جو اس غریب الوطنی کی حالت میں آپ کا غم غلط کرے۔

اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ دعا کرتے ہی بشارت دی گئی قرآن مجید ہی میں ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ.

شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق عطا فرمائے۔

(ابرہیم، ۳۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اس بشارت کے درمیان سالہا سال کا فصل تھا، بائبل کا بیان ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ برس کی تھی، اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ۱۰۰ سو برس کی تھی۔ (تفہیم القرآن)

مولانا کے قول کے مطابق دونوں دعائیں کیسے آزر کے لئے ہوسکتی ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ کا شان نزول آخر عمر کا ہے جبکہ سورہ ابراہیم میں مندرجہ بالا دعائیں اپنے آل اولاد کے لئے ہیں۔

قرآن پاک ہی کی روشنی میں ہم ایک بار پھر دونوں جلیل القدر نبیوں کے والدین پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

اگر خدانخواستہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کے والدین کافر و دوزخی ہوتے تو سب سے پہلے سورہ تحریم میں پہلے ہی نمبر پر جس طرح نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی کافرہ بیویوں کی مثال بیان فرمائی گئی ہے اسی طرح اگر ان نبیوں کے والدین نعوذ باللہ کافر ہوتے تو ان نبیوں کی عورتوں سے پہلے والدین کی مثال پیش کی جاتی، یا بیویوں سے پہلے والدہ کی مثال پیش کی جاتی، مگر ایسا نہیں ہے اور وہ اس وجہ سے کہ محض اللہ کے فضل و کرم اور اللہ کے علم میں دونوں نبیوں کے والدین مومن و موحد تھے لہٰذا آخر عمر میں دونوں نبیوں کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دعا عطا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے سورہ ابراہیم میں۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

اور سورہ نوح میں نوح علیہ السلام کے والدین کے لئے مغفرت کی دعا بیان ہوئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

یہ عجیب مطابقت ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے سلسلے میں سوائے اس آخری دعا کے قرآن مجید میں کہیں کوئی ذکر نہیں فرمایا اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے والدین کے متعلق بالکل آخری وقت جبکہ عذاب نازل ہوا چاہتا تھا اور آپ کشتی میں رخت سفر باندھ رہے تھے اسی اثناء آپ کو اشارہ ملتا ہے کہ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت مانگو اور ان تمام مومنین کو بھی شامل دعا کرو جو تمھارے ساتھ ہیں یا جو تم سے پہلے مومن باللہ مومن موحد گذر چکے ہیں۔

سورہ نوح کے آغاز میں ص ۹۷ پر مولانا مودودی تحریر فرماتے ہیں۔

آخری آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا درج کی گئی ہے جو انھوں نے عین نزول عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی اس میں وہ اپنے لئے اور سب اہل ایمان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنی قوم کے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو زمین میں بسنے کے لئے جیتا نہ چھوڑا جائے۔

ان کے اندر اب کوئی خیر باقی نہیں رہی ہے ان کی نسل سے جو اٹھے گا کافر اور فاجر ہی اٹھے گا۔

نوٹ:۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا کشمکش کی تفصیل کتاب پاک میں درج ہے ظاہر ہے کہ انبیاء کرام سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور قریب ترین رشتہ داروں ہی کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔ کچھ لوگ قبول کر کے مومن قرار پاتے ہیں اور جو لوگ دعوت حق قبول نہیں کرتے انکار و تکذیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روش اختیار کرتے ہیں، وہ کافر وظالم قرار دیئے جاتے ہیں اس اصول پر جب ہم قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کشمکش میں آپ کی بیوی اور آپ کا بیٹا آخر وقت تک انکار پر اصرار کرتے ہیں اور طوفان کی نذر ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عبرت کے طور پر قرآن میں ان دونوں کی بیوی، بیٹے کی مثال صاف طریقے پر درج فرما دی ہے مگر آپ پورے قرآن کو بار بار پڑھ کر تلاش کریں گے تو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے والدین کا کوئی ذکر کہیں نہ پائیں گے کہ ان کو دعوت ایمان دی گئی ہو اور انھوں نے قبول کر لیا اور مومن ہو گئے ہوں۔ نہ ہی انکار وتکذیب کر کے کافر وظالم ہو گئے ہوں، اور طوفان کی نذر ہو کر دوزخ واصل ہوئے ہوں نہ یہی ذکر پائیں گے کہ والدین نے اپنے بیٹے نوح علیہ السلام نبی پر ایمان لا کر وفات پائی، نہ یہی ملے گا کہ ایمان نہ لا کر مرے یا رہے تو غرق کر دیئے گئے لیکن بالکل آخر عمر میں حضرت نوح علیہ السلام اپنے متصلاً بعد اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں جس کا واضح اشارہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے والدین اللہ کی خاص مصلحت ومشیت غایتِ عنایت سے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ رسالت ونبوت سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے، ورنہ بیوی بیٹے کے درمیان ان کا ذکر ضرور آتا جیسا کہ بیوی بیٹے کے متعلق ہے کہ ان کا دوزخی ہونا اور غرق ہونا صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔

یہی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کرام کا مقام اللہ کے بعد رسالت ونبوت کی بنیاد پر نہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی بنا پر سب سے بلند وبالا ہے اس کے باوجود وہ اپنے وجود کے لئے والدہ کے پیٹ (بطن) اور والد کے نطفہ کے محتاج ہوتے ہیں، جیسا کہ شروع ہی میں قرآن کی آیات سے ان کا مقام ومرتبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر کیا گیا ہے، رحمت ایزدی کبھی یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ نبی کے والدین کا خاتمہ کفر و شرک پر ہو، اور وہ دونوں جہنمی بن کر اپنے بیٹے نبی سے الگ ہو جائیں۔ جبکہ کسی نبی کی فطرت میں نہیں ہے کہ وہ لڑکپن میں کسی مشرکہ و کافرہ کا دودھ پیئے۔

اس کی مثال ہمارے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے بچپن کے واقعات ملتے ہیں۔

اس کے برعکس بیٹے کی نبوت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ انھیں توحید باللہ پر وفات دے کر آخرت میں عزیز ترین بیٹے کے ساتھ والدین کو جنت میں ملا دے گا، اس امر کی کوئی مثال میرے علم کی حد تک قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں قطعی نہیں پائی جاتی مگر اس کا کیا کیا جائے کہ آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین نیز نعوذ باللہ حضور پاک ﷺ کے والدین کو کافر و مشرک دوزخی و جہنمی تصور کرایا جاتا ہے۔ کافر و مشرک کہہ کہہ کر مثال بیان کی جاتی ہے کہ نعوذ باللہ گویا یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کا ذکر پچھلے صفحات میں حضور پاک ﷺ کے والدین کے تعلق سے بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے علماء نے ان کے متعلق کیسی فحش گوئی کی ہے کہ اللہ کی پناہ۔

نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہمارے مفسرین نے ان نبیوں کے والدین کو غلط تاویلات کے ذریعہ کافر و مشرک کہا ہے اور دھڑلے سے کہا ہے جس کا نمونہ ہم حضور پاک ﷺ کے والدین کے بیان میں آپ کو دکھا چکے ہیں، فی الحال زیر بحث حضرت نوح علیہ السلام کے والدین ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت حضرت نوح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئی اس نے وحی کے ذریعہ والدین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت نہ کر کے در پردہ اجازت دے کر آخر وقت میں ان کو اطمینان دلا دیا کہ وہ موحد و مومن ہیں چنانچہ دعا کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

میرے پروردگار مجھ کو بخش اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے۔

وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا، نہایت ہی پر معنی اور بلیغ دعا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میرے گھر سے باہر کا جو فرد ایمان لا کر میرے گھر میں داخل ہوا ہے اسے بھی بخش دے، اب اس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے اور ہے بھی کہ جو عورت حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے عقد میں مومن بن کر داخل ہوئی ہے یعنی بہو اسے بھی بخش دے، دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ جو مرد ایمان لا کر حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹی کا شوہر ہو اور وہ کفر کے ماحول سے نکل کر حضرت نوح علیہ السلام کے گھر میں داخل ہو گیا اسے بھی بخش دے، داماد کی حیثیت سے۔

یعنی مومن دامادوں اور مومنہ بہوؤں کو بھی جو میرے گھر میں داخل ہیں بخش دے۔

بات بالکل صاف ہے اور قابل توجہ بھی ہے کہ صرف ایک (اغفر) فعل امر کے تحت حرف جر کے ذریعہ جوڑ کر والدین کو لمن دخل بیتی مومنا کو اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو مغفرت میں شامل کر لیا۔

ایک ہی انجن ہے جو سارے ڈبوں کو لئے جا رہا ہے، اب کیا کوئی جرأت کر سکتا ہے کہ کہہ دے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی تو مغفرت ہو گی مگر نعوذ باللہ والدین کی نہ ہو گی، اس لئے کہ ان کے ایمان لانے کی کوئی بات قرآن میں بیان نہیں کی گئی ہے، کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے خوامخواہ نعوذ باللہ کافر والدین کے لئے دعائے مغفرت کر دی اور اللہ نے انھیں کچھ نہیں کہا دعا کر لینے دی، انھوں نے اپنے والدین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغفرت کا ان سے وعدہ کرلیا تھا، جی نہیں یہ بات اللہ کے علم میں تھی۔ سورہ نوح میں نوح علیہ السلام کے والدین کے لئے دعا اور سورہ ابراہیم میں ابراہیم علیہ السلام کے والدین لئے دعا کا حکم دیا گیا)

کہ وہ مومن وموحد ہیں اللہ نے اشارہ فرما کر دعائے مغفرت کی اجازت دے کر انھیں مطمئن کر دیا۔

قرآن کی بلاغت پر غور کریں۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ

سورہ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کے آخر وقت کی دعا والدین کے لئے اللہ نے بیان فرمائی۔

دوسری دعا بالکل پہلے اسلوب پر ڈھلی ہوئی اور سب سے آخر میں

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ.

دونوں دعاؤں کا موقع اور تسلسل ایک جیسا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عذاب نازل ہوتے وقت دعا کی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نافرمان قوم کے فنا ہو جانے کے بعد ہجرت کا مرحلہ طے ہونے کے بعد اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس مقصد میں سرگرم رہنے کی دعا کی جس کے لئے انھوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی اور جس کا ذکر اوپر۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ.

اے میرے پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں سب سے آخر میں اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔

نوح علیہ السلام کی دعا (اپنے والدین کے لئے)

(تفہیم القرآن ششم، ص:۹۷)

آخری آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا درج کی گئی ہے جو انھوں نے عین نزول عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی اس میں وہ اپنے لئے اور سب اہل ایمان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنی قوم کے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو زمین پر بسنے کے لئے جیتا نہ چھوڑا جائے، کیونکہ ان کے اندر اب کوئی خیر باقی نہیں رہی ہے، ان کی نسل سے جو بھی اٹھے گا کافر فاجر ہی اٹھے گا۔

مولانا دیباچہ میں (والدین کے لئے) چھوڑ دیتے ہیں اور جب سورۃ کے آخر میں لکھتے ہیں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ.

میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرمادے۔

یہاں صاف لفظوں میں (وَلِوَالِدَیَّ) ماں باپ یعنی والد، والدہ کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

چونکہ سبھی حضرات کو سارے نبیوں کے والدین سے نہ جانے کیوں کیا ہو گیا ہے کہ لامحالہ وہ نعوذ باللہ دوزخی قرار دیئے جائیں گے، اس لئے مولانا مودودیؒ نے یہاں پر کوئی تشریح نہ کی اور اوپر ہی اوپر گذر گئے، اب کریں تو کیا کریں کہ اللہ نے خود ہی صاف لفظوں میں بتادیا کہ ولوالدی مغفرت کی دعا کی نوح علیہ السلام نے اور اللہ تعالیٰ نے مغفرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کونہیں روکا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کیا لکھتے ہیں

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ.

ترجمہ:۔اور ہمارے رب بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہوگا حساب۔

یہ دعا غالبا اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی ہے۔ القرآن الکریم شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ص ۳۴۵۔

مولانا مودودی:۔

تفہیم القرآن التوبہ آیت ۱۱۴

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ.

ترجمہ:۔ پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو اس دن معاف کردیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعائے مغفرت میں اپنے باپ کو اس وعدے کی بنا پر شریک کرلیا تھا جو انھوں نے وطن سے نکلتے وقت کیا تھا کہ۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ (مریم آیت ۴۷) مگر بعد میں جب انھیں احساس ہوا کہ وہ تو اللہ کا دشمن تھا تو انھوں نے اس سے صاف تبری فرمادی۔ تفہیم القرآن

ماباپ کی دعا کو آزر باپ کی دعا گردانتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ.

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور دیگر مومنوں کو بھی بخش دے جس دن حساب ہونے لگے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی پر ہی مرا ہے، جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے، پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنین کی خطاؤں کی معافی خدا سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

تفسیر ابن کثیر سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴۱

یہ ماں باپ کی دعا کو آزر باپ کی دعا گردانتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ:۔

جیسا خدا ترس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے بارے میں کیا سمجھتے اور لکھتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ.

اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کئی دعائیں بجز مغفرت والدین کے سب قبول ہوئیں، اللہ کی پناہ اس دعا میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مغفرت کے بعد اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کی ہے یہ والدین کی دعا قبول نہیں ہوئی کیونکہ وہ کافر و مشرک تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:۔ مولانا تھانویؒ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو کافر سمجھتے اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بعد اپنے نافرمان باپ کے لئے دعائیں کیں اور وہ قبول نہیں ہوئیں۔

یہ دعا اپنے مومن (ماں باپ) والدین کے لئے کی ہے، کافر باپ آزر کے لئے جو دعا کی ہے وہ آگے ہے۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ. (شعراء:۸۷)

اور میرے باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

نوٹ:۔ کوئی شخص بار بار قرآن پاک میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جائیگا مگر کہیں نہیں پائیگا کہ کوئی شخص اپنے لئے دعا کرے اور اپنے ساتھ گمراہ دشمن خدا کو دعا میں شامل کر کے دعا کرے۔ از مجموعہ تفسیر فراہیؒ اردو ص ۶۷ مقدمہ ۵

قرآن قطعی الدلالۃ ہے۔

قرآن مجید بالکل قطعی الدلالۃ ہے ہر آیت میں مختلف معانی احتمال محض ہمارے قلت علم وتدبر کا نتیجہ ہے۔ جن علماء نے اپنی تفسیروں میں بہت سے اقوال نقل کر دیئے ہیں ان کا منشاء یہ ہے کہ آیت کی تاویل میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کو ہمارے سامنے رکھ دیں اس میں سے قول راجح کا انتخاب ہماری تمیز پر چھوڑا ہے۔

پس یہ بات جائز نہیں ہے کہ ہم بغیر ترجیح وانتخاب کے تمام رطب ویابس یاد کر چھوڑیں اور حیرانی وسرگشتگی کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھریں پس میں نے اپنی کتاب میں صرف وہی اقوال نقل کئے ہیں جو میری تحقیق پر صحیح اترے ہیں اور یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ.

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور دیگر مومنوں کو بھی بخش دے جس دن حساب ہونے لگے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی پر ہی مرا ہے، جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے، پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنین کی خطاؤں کی معافی خدا سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

تفسیر ابن کثیر سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴۱

یہ ماں باپ کی دعا کو آزر باپ کی دعا گردانتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ:۔

جیسا خدا ترس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے بارے میں کیا سمجھتے اور لکھتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ.

اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کئی دعائیں بجز مغفرت والدین کے سب قبول ہوئیں، اللہ کی پناہ اس دعا میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مغفرت کے بعد اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کی ہے یہ والدین کی دعا قبول نہیں ہوئی کیونکہ وہ کافر و مشرک تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:۔ مولانا تھانویؒ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو کافر سمجھتے اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بعد اپنے نافرمان باپ کے لئے دعائیں کیں اور وہ قبول نہیں ہوئیں۔

یہ دعا اپنے مومن (ماں باپ) والدین کے لئے کی ہے، کافر باپ آزر کے لئے جو دعا کی ہے وہ آگے ہے۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ. (شعراء:۸۷)

اور میرے باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔

نوٹ:۔ کوئی شخص بار بار قرآن پاک میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جائیگا مگر کہیں نہیں پائیگا کہ کوئی شخص اپنے لئے دعا کرے اور اپنے ساتھ گمراہ دشمن خدا کو دعا میں شامل کر کے دعا کرے۔ از مجموعہ تفسیر فراہیؒ اردو ص ۶۷ مقدمہ ۵

قرآن قطعی الدلالۃ ہے۔

قرآن مجید بالکل قطعی الدلالۃ ہے ہر آیت میں مختلف معانی احتمال محض ہمارے قلت علم و تدبر کا نتیجہ ہے۔ جن علماء نے اپنی تفسیروں میں بہت سے اقوال نقل کر دیئے ہیں ان کا منشاء یہ ہے کہ آیت کی تاویل میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کو ہمارے سامنے رکھ دیں اس میں سے قول راجح کا انتخاب ہماری تمیز پر چھوڑا ہے۔

پس یہ بات جائز نہیں ہے کہ ہم بغیر ترجیح و انتخاب کے تمام رطب و یابس یاد کر چھوڑیں اور حیرانی و سرگشتگی کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھریں پس میں نے اپنی کتاب میں صرف وہی اقوال نقل کئے ہیں جو میری تحقیق پر صحیح اترے ہیں اور یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقوال کی کثرت تو ایک طالب کو بالکل حیران و درماندہ کر دیتی ہے بسا اوقات لوگ مجرد اقوال نقل کر دیتے ہیں ان کے دلائل بیان نہیں کرتے۔ یہ ان اقوال کے کہنے والوں اور ان کے سننے والوں دونوں پر نہایت کھلا ہوا ظلم ہے میں نے آیات کے معانی تفسیر کی کتابوں سے نہیں لئے ہیں بلکہ خود آیات پر ان کے سیاق و سباق اور ان کے مماثل آیات کی روشنی میں غور کیا ہے۔ از مجموعہ تفسیر فراہیؒ اردو ص ۶۷ مقدمہ ۵ قرآن قطع الدلالہ ہے

مولانا ابوالکلام آزادؒ:۔

اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد اول کے صفحہ ۱۵ پر رقمطراز ہیں۔

(۱۳) متعدد اول تفسیریں اٹھا کر دیکھو جس مقام کی تفسیر میں متعدد اقوال موجود ہوں گے وہاں اکثر اسی قول کو ترجیح دیں گے جو سب سے زیادہ کمزور اور بے محل ہوگا، جو اقوال نقل کریں گے ان میں بہتر قول موجود ہوگا لیکن اسے نظر انداز کر دیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام اور اصحاب ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ. (الشعراء ۸۶)

اور میرے باپ کو معاف کر دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہیں۔

دیکھ لیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اصحاب ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں درج ہیں آخر کی دعا پر غور کریں، یہاں آزر کو دعا میں شامل نہیں کیا گیا اور نہ کر سکتے تھے اور نہ ہی کیا، کیونکہ وہ کھلم کھلا گمراہ دشمن خدا اور دشمن اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت اپنے ساتھ اور اپنے بعد کی ہے اور پھر تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے کی ہے اور وہ قبول ہوئی رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (الممتحنہ۵ تفہیم القرآن پنجم ص ۴۳۰۔۴۲۸)

اور ابراہیم علیہ السلام اور اصحاب ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ اے ہمارے رب تیرے ہی اوپر ہم نے بھروسہ کیا، اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کر لیا اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے، اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا دے اور اے ہمارے رب ہمارے قصوروں سے درگذر فرما بے شک تو ہی زبردست اور دانا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنے لئے والدین (ماں باپ) کے لئے کل مومنین کے لئے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (تفہیم القرآن)

پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنے مشرک چچا آزر کے لئے

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، چچا آزر کے کوئی لڑکا نہ تھا اپنی لڑکی کو اس امید پر بیاہ دیا تھا کہ میری بے پناہ دولت کا مالک میرا داماد اور لڑکی ہو جائیں گے، مگر ابراہیم علیہ السلام جب نبی ہو گئے تو سب سے پہلے اس کو دعوت دی وہ بپھر گیا اور گھر سے نکال دیا، اپنی لڑکی کو بہت سمجھایا ہوگا تو ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دے کہاں کہاں اس کے پیچھے ماری ماری پھرے گی، لیکن وہ نہ مانی اور اپنے شوہر پر جو نبی تھے ایمان لا کر ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں یہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی ہے۔

بلکہ اپنے دشمن خدا چچا آزر کے لئے کی ہے وہ بھی اپنے وعدے کے مطابق دعا کی مگر قبول نہ ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کافر ومشرک تھے، ایک طبقہ دبے دبے ان کو مومن ومسلم اور جنتی قرار دیتا ہے یہ بھی بسا غنیمت ہے مگر علماء کے اختلاف سے ڈرتا ہے۔

صحیح بات قصص القرآن ص ۱۳۳۔ جلد اول پر ہے۔

صاحب قصص القرآن جلد اول ص ۱۳۳ پر ایک نہایت قیمتی اور صحیح ترین بات درج ہے فرما گئے مگر وہ صرف درج کر کے رہ گئے ہیں اسے کوئی اہمیت ہی نہ دی۔

ادارہ دعوت نے تو غضب ہی کر دیا کہ اس کا کوئی تذکرہ تک نہ کیا، حالانکہ تلخیص کا تقاضا تھا کہ اسے نقل کرتے، تو خیر ہم اسے نقل کر رہے ہیں۔

ایک مشہور قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور چچا کا نام تھا آزر اور چونکہ آزر ہی نے ان کی تربیت کی تھی اور بمنزلہ اولاد کے پالا تھا اس لئے قرآن عزیز میں آزر کو باپ کہہ کر پکارا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے۔

العم صنو ابیه چچا باپ ہی کی طرح ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس محبت۔ خیر خواہی اور دردمندی کا ان کے باپ کی جانب سے کیا جواب ملا؟

قرآن نے اس کو بھی بیان کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان باتوں کو سن کر وہ بہت چراغ پا ہوا ترش لہجے میں دھمکاتے ہوئے کہنے لگا۔

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ج لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا (مریم ۴۶)

ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ بس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے الگ ہو جا۔

پیار و محبت و ہمدردی و خیر خواہی کے جواب میں اپنے باپ کی سخت سست باتوں کا ڈانٹ ڈپٹ غصہ اور دھتکار کا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برا نہ مانا۔ بلکہ اسی دل سوزی کے ساتھ اسے سمجھاتے رہے۔

بالآخر جب انھوں نے محسوس کر لیا کہ اس کی سخت روی اور سنگ دلی پر اب مزید کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں رہی تو اس سے علیحدگی اختیار کر لینے ہی کو بہتر سمجھا۔ مگر اس موقع پر بھی انھوں نے اپنے باپ پر واضح کر دیا کہ وہ اس کے گناہوں پر مغفرت اور اس کی ہدایت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے رہیں گے۔ انھوں نے اس سے رخصت ہوتے وقت فرمایا:۔ سَلَامٌ عَلَیْکَ سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ. اِنَّهٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا (مریم ۴۷)

سلام ہے آپ کو، میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کر دے میرا رب مجھ پر بڑا مہربان ہے سورہ مریم کی درج بالا آیت میں صرف مغفرت کی دعا کرنے کے وعدے کا ذکر ہے۔ البتہ ممتحنہ میں ہے کہ انھوں نے ساتھ ہی مزید یہ بھی فرمایا تھا۔

وَمَآ اَمْلِکُ لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ (الممتحنہ ۴)

اور اللہ سے آپ کے لئے کچھ حاصل کر لینا میرے بس میں نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وعدہ کو پوری طرح نبھایا۔ چنانچہ ہجرت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد ایک موقع پر جب انھوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے تو باپ کی مغفرت بھی چاہی۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ (الشعراء ۸۶)

اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں ہے۔ مکہ آباد ہو جانے کے بعد ایک موقع پر انھوں نے جو دعا کی تھی اس میں اپنے باپ کے ساتھ اپنی ماں کی مغفرت بھی طلب کی تھی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم ۴۱)

پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جب کہ حساب قائم ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ سے علیحدگی اور وطن سے ہجرت کے بعد ایک طویل عرصہ تک وہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ وہ ہدایت یاب ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرت اُسے ڈھانپ لے لیکن جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہ رحمت الٰہی کا مستحق نہیں ہے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا بند کر دی۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (التوبہ ۱۱۴)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے جو دعائے مغفرت کی تھی تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ مگر جب اس پر یہ بات کھل گئی کہ اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کب اور کیسے واضح ہوا کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے اس لئے اس کی مغفرت کا مستحق نہیں ہے؟ اس سلسلے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفسرین سے مختلف اقوال مروی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ لیکن جب بحالت شرک اس کی موت کا انھیں علم ہو گیا تو استغفار سے رک گئے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ استغفار سے اس وقت رکے جب اللہ تعالیٰ نے انھیں خبر دی کہ اب اُس پر حجت تمام ہو چکی ہے وہ ایمان لانے والا نہیں ہے۔ اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی۔

تدبر قرآن انعام ۷۴

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج. اِنِّيْ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (انعام ۷۴)

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔ تورات کے عربی اور انگریزی ترجموں اور تالمود سب میں اس کا تلفظ ایک دوسرے سے مختلف ہے قرآن نے یہاں جس تصریح کے ساتھ اس نام کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں یہود کے یہاں روایات کا جو اختلاف ہے وہ اس کو رفع کرنا چاہتا ہے اور قرآن چونکہ قدیم صحیفوں کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے اور براہ راست وحی الٰہی پر مبنی ہے اس وجہ سے ماننا چاہئے کہ یہی نام صحیح ہے۔

نہایت ضروری گذارش

مولانا امین احسن اصلاحیؒ کو آزر سے اس قدر ہمدردی و محبت ہے کہ جو وعدہ استغفار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کے لئے اللہ سے کیا تھا وہ آزر کے عذاب میں تباہ ہو جانے کے بعد کیا ہے۔ کہیں آزر السلام علیکم فرمایا ہے۔ کہیں نہایت ذمہ داری سے آزر باپ کو قطعی والد گردانا ہے اور جو لوگ آزر کو چچا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کو جھڑکا ہے۔ کہیں دعا میں فرمایا کہ ان کو امید ہے کہ اللہ اس گمراہ باپ کو معاف کر دیگا۔ بعد میں یہ صحیح بات کہہ کر ختم کر دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سی کر گذرے ہیں مگر اللہ نے گمراہ دشمنِ دین وابراہیم علیہ السلام کو بخشا نہیں ہے کیسے بخش سکتے ہیں کیا اللہ دشمن دین اور گمراہ کو بخش دیں گے۔

مولانا مودودیؒ کا طریقہ آزر کے بارے میں۔مولانا قطعی باپ کہتے لکھتے ہیں آگے پھر باپ کہنا چھوڑ کر والد پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اس والد کے ساتھ والدہ کا جوڑ ملا کر والدین قرار دے کر دونوں کو دوزخ رسید کرتے ہیں آزر کی شخصیت کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کا جوڑ قطعی نہیں ہے۔وہ آزر اکیلا ہے جس کو والد قرار دیتے ہیں پھر زبردستی اس کے ساتھ والدہ کو شامل کر کے دونوں کو دوزخی قرر دیتے ہیں حالانکہ خوب اچھی طرح سن اور سمجھ لیں کہ کسی نبی کے والدین ہرگز کافر و مشرک نہیں رہے ہیں اور نہ ہی دوزخی یہ ہمارے علماء کرام کی ایک بڑی سخت زبردستی ہے اللہ انھیں معاف فرمائے۔

مولانا مودودیؒ آزر والد کے لئے ایک بار ان کی زندگی میں دعائے مغفرت کرتے ہیں پھر تسلی نہیں ہوتی تو عذاب میں تباہ و برباد ہونے کے بعد بھی وہ دعا کرتے ہیں۔ایک بار زندگی میں ایک بار مرنے کے بعد والد کے ساتھ والدہ کو بھی دوزخ رسید کر کے دعا کرتے ہیں۔

قوم ابراہیم علیہ السلام پر عذاب

اَلَمۡ یَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۙ۬ وَقَوۡمِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡیَنَ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتِ ؕ اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ (التوبہ ۷۰)

کیا ان لوگوں کو اپنے پیش رووں کی تاریخ نہیں پہونچی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوح کی قوم اور عاد کی قوم اور ثمود کی قوم اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور مدین کے لوگ اور وہ بستیاں جنھیں الٹ دیا گیا ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔

اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیَة . (الشعراء ۱۰۳)

یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے۔

نشانی کا پہلو یہ ہے کہ قوم ابراہیم دنیا سے مٹ گئی اور ایسی مٹی کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس میں سے اگر کسی کو بقا نصیب ہوا تو صرف ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مبارک (فرزندان اسمٰعیل و اسحٰق) کی اولاد ہی کو نصیب ہوا۔ قرآن میں اگر چہ اس عذاب کا ذکر نہیں کیا گیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکل جانے کے بعد ہی ان کی قوم پر آیا لیکن ان کا شمار معذب قوموں میں کیا گیا ہے۔ تفہیم القرآن

مولانا اصلاحیؒ:۔

نوح علیہ السلام کی دعا اپنے ماں باپ کے لئے

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِناً وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .

اے میرے رب میری مغفرت فرما۔ میرے ماں باپ کی مغفرت فرما اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوں ان کی مغفرت فرما اور تمام مومنین اور مومنات کی مغفرت فرما۔ (نوح ۲۸۔ آیت تدبر قرآن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودیؒ:۔

نوح علیہ السلام کی دعا اپنے ماں باپ کے لئے

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِناً وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .(نوح ۲۸ تفہیم القرآن)

میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں عورتوں کو معاف فرما دے۔

۱۔یعنی حال میں جو مومن ہو کر داخل ہوں۔

۲۔یعنی پہلے سے ہی جو مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے۔

نوٹ:۔نوح علیہ السلام کے والدین کے لئے بالکل آخری وقت جبکہ عذاب نازل ہوا چاہتا تھا اور آپ کشتی میں رخت سفر باندھ رہے تھے اسی اثناء آپ کو اشارہ ملتا ہے کہ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت مانگو اور ان تمام مومنین کو بھی شامل دعا کرو جو تمہارے ساتھ ہیں یا جو پہلے مومن باللہ مومن و موحد گزر چکے ہیں۔

لہٰذا دعا کرتے ہیں اور دعا قبول کیا جاتی ہے۔

مولانا اصلاحیؒ:۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنے ماں باپ کے لئے۔

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ . رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔(ابراہیم۴۔تدبر قرآن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے ہمارے رب اور ہماری دعا قبول فرما۔

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو اس دن بخش جس دن حساب قائم ہوگا۔

مولانا مودودی:۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنے ماں باپ کے لئے

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ. رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب ۔(ابراہیم۴) تفہیم القرآن)

پروردگار میری دعا قبول کر۔ پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔

نوٹ:۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کہنا اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے۔

اور پھر یہ کہنا رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ پروردگار میری دعا قبول کر۔

اور اللہ دعا قبول نہ کریگا؟ ماں باپ کے لئے۔ مومنین کے لئے بہر حال یہ اصلی ماں باپ۔ والدین ہیں۔ (آزر ابیہ چچا ہے)

لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کے والدین کو کافر مشرک دوزخی کہنا غلط در غلط ہے ہم کسی مومن کو جنتی علی الاعلان نہیں کہہ سکتے نہ کسی کافر و مشرک کو دوزخی کہہ سکتے ہیں۔ پھر والدین انبیاء ہی سے کیوں اتنی خلش ہے۔ اللہ رحم کرے اور معاف کرے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک اس کلمۂ کفر کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (یعنی دونوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک کافر ٹھہرتا ہے) اگر وہ شخص جس کو کافر کہا گیا ہے حقیقت میں کافر ہے تو اس کلمہ کا وہی مستحق ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو کہنے والا کافر ہو جاتا ہے (بخاری و مسلم)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بندہ بعض وقت ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم لے جاتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ملنے کا پتہ :

عفیفہ خاتون

سرائے عاقل، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

موبائل نمبر: 07499041533

موبائل نمبر: 09321727739 مہاراشٹر